رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM, WEEKLY, QADIAN رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

الحکم

دورِ جدید

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر ۔ بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چندہ سالانہ

والیان ریاست سے	ما ر
حکام و امراء سے	۵۰ ر
خادمین سے	۲۰ ر
عوام سے	۵ ر
ممالک غیر سے	۱۲ ر

مدینۃ المسیح قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۸ تاریخ کو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کیساتھ شائع ہوتا ہے

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی
تراب احمدی عرفانی

چہ گویم با تو گر آئی بہ دارِ قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد
(مجاہد مصری) ع نی

جلد ۳۷ — ۲۸ر اپریل ۱۹۳۴ء مطابق ۱۳ر محرم ۱۳۵۳ھ — نمبر ۱۵

"الحکم" کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اظہارِ مسرت بذریعہ مکتوبِ مبارک

"مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ معلوم کرکے بیحد خوشی ہوئی کہ آپ پھر الحکم کو جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے۔ (آمین ثم آمین)

الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں آسے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کرکے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔

اللہ تعالیٰ آپکو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے اللّٰھم آمین

خاکسار مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ)

انصار الحکم کا اپنا صفحہ

خاص نمبر

میں خاص نمبر کے متعلق یہ انقطاعی فیصلہ کر چکا ہوں کہ اسے شائع تو بہرحال کر دیا جاوے۔ لیکن اگر یا نچہزار کی تعداد میں طبع نہ ہوا تو وہ ۱۲/۲۸ مئی کا مجموعہ ۲۴ صفحوں پر شائع کر دیا جائے گا۔ بعض دوستوں کا خیال ہے کہ طبع ہو جانے پر احباب خرید لیں گے۔ میں اسکو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ جس قدر درخواستیں آئیں گی اُن کی ہی تعمیل ہوگی۔ اور اسی قدر ہی شائع ہوگا۔ اب میں یہ قید دور کر دیتا ہوں کہ صرف وہی درخواست کریں جو ایک سو کاپی خرید کریں۔ کم از کم دس کاپیاں خریدنے والے احباب بھی درخواست کر سکتے ہیں

(۲)

شکریہ

مولوی عبد الواحد صاحب نے خاص نمبر کے لئے دوسری درخواست بھیجی تھی۔ مگر اس کی پیشگی قیمت بھیجنے میں اُنھوں نے مسابقت کی ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزا

مولوی غلام حسین صاحب نے دہلی سے ایک سو پرچوں کا آرڈر دیا ہے

شعراء میں سے حضرت ثاقب نے سب سے پہلے ایک نظم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے ایک اعجازی واقعہ کے متعلق بھیجی ہے۔ حضرت ڈاکٹر صادق صاحب نے ایک خاص مضمون کا وعدہ فرمایا ہے۔ میں دوسرے احباب سے بھی توقع کرتا ہوں کہ اس خاص نمبر کے لئے نظم و نثر کے مضامین بھیجینگے

ان مضامین میں خصوصیت یہ رہنی چاہیئے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ کے کسی نہ کسی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوں۔ یکم مئی ۳۴ء سے انشاء اللہ العزیز یہ کام شروع ہو جائے گا۔ اسلئے میں احباب کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ وہ

جلد سے جلد اپنے مضامین بھیجدیں

(۳)

الحکم کا ایک ہندو قدردان

اس ہفتہ کی ڈاک میں الحکم کے ایک ہندو قدردان کا خط میرے لئے نہایت ہی مسرت افزا ہے۔ میں ان کے خط کو تمام و کمال درج کرتا ہوں کہ اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ اور آپ کے ملفوظات اور کلام سے ایک عشق ہے۔ اور وہ نہیں چاہتے کہ الحکم کے ان ۱۲ صفحوں میں اسکے سوا کچھ اور بھی ہو

میرے دل میں اس محترم قدردان کے لئے ایک خاص محبت پیدا ہو گئی ہے۔ میں الحکم کے پڑھنے والوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کے لئے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ان کے سینے کو کھول دے اور الحکم کی توسیع اشاعت کے لئے بھی سعی کریں۔ اگر الحکم کی اشاعت آج ایک ہزار ہو جاوے تو بغیر کسی قسم کے اضافہ قیمت کے الحکم کے ۱۶ صفحے کر دیئے جائینگے۔ یہ کوئی مشکل امر نہیں۔ احباب کی توجہ بیکار ہے۔ میں انجمنوں کو خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں۔

"۲۰ اپریل ۱۹۳۴ء

مکرمی جناب عرفانی صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ

سلام و نیاز۔ گذارش ہے کہ گذشتہ دو پرچوں سے الحکم کے ص۱ پر دعا یا چھپ رہی ہیں۔ اس طرح گویا غریب پڑھنے والوں کو ایک صفحہ اور کم ملا۔ حضرت اس کام کے لئے الفضل فاروق وغیرہ کافی ہیں۔ جو کام آپ کر رہے ہیں اس کے لئے بارہ صفحہ کا اخبار بھی کم ہے چہ جائیکہ اس میں سے بھی چار صفحے اشتہارات وغیرہ میں چلے جائیں۔ خدارا حسب سابق اس صفحہ پر بھی کوئی مضمون ہی چھاپا کریں۔ آخری صفحہ اور پہلے دو صفحہ آپ کے پاس آگے ہی ہیں۔ اور وہ کافی ہیں۔ اُمید ہے میری یہ مخلصانہ درخواست قبول کی جائے گی"

ایک ہندو ناظر الحکم

(۴)

الحکم ان احباب کی خدمت میں جو ہندوستان سے باہر ہیں بھیجا جا رہا ہے۔ مجھے ان میں سے کسی صاحب کے متعلق وہم نہیں آتا کہ وہ اس کے خریدار نہ ہوں گے۔ تاہم اگر کوئی دوست کسی وجہ سے نہ خریدنا چاہیں وہ بواپسی اطلاع دیں۔ باقی احباب سے میری درخواست ہے کہ وہ الحکم کی قیمت ہی نہیں اس کی اعانت کے لئے اپنے دل کو وسیع کریں اللہ تعالیٰ انھیں ضائع نہیں کرے گا۔ اسلئے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بازو کے قیام کے لئے کوشش کرنے والے ہونگے۔　(عرفانی)

(۵)

بعض احباب جو الحکم کے لئے ایک جوش اپنے اندر رکھتے ہیں۔ لیکن اس کی خریداری کی استطاعت نہیں رکھتے۔ وہ مفت جاری کرنے کی درخواست کرتے رہتے ہیں۔ افسوس ہے کہ الحکم کے فنڈ میں اس قسم کی درخواستوں کی تعمیل کی گنجائش نہیں۔ اگر ذی مقدرت احباب اس قسم کے صدقہ جاریہ کے لئے کچھ قربانی کریں تو الحکم ان کے ساتھ تعاون کرے گا۔ اور ایسے اخبارات کی قیمت صرف ۱۲/ روپے لی جائے گی۔ کوئی عالی ہمت اس سلسلہ کا آغاز کرے۔

حیاتِ نور میں سے کچھ

نور الدین ہر جگہ سے سبق لیتا تھا

پاکباز اور ادب پسند انسانوں کا خاصہ ہوتا ہے کہ وہ حق و حکمت کی بات جہاں سے ملے لے لیتے ہیں۔ اور دنیا کی ہر چیز کو غور سے دیکھتے۔ اور ہر بات کو توجہ سے سنتے ہیں۔ نور الدین کا دل و دماغ قدرت نے ایسا ہی رکھا تھا۔ اس کی زندگی میں ہزاروں واقعات ایسے ملیں گے کہ وہ معمولی باتوں سے ایک بیش قیمت سبق لے لیتا ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھے وہ لذت اب تک نہیں بھولتی جو کہ بہت مدت کی بات ہے۔ ایک دفعہ میں دہلی گیا مینے ایک دوست کے پاس جانا تھا۔ اس کا مکان تلاش کرتے ہوئے میں ایک محلہ میں گیا۔ وہاں ایک چھوٹا سا بچہ سات آٹھ سال کی عمر کا مینے دیکھا۔ مجھے اس کے ساتھ انس محسوس ہوا۔ قلب قلب کو کھینچتا ہے میں نے اس سے مکان کے متعلق پوچھا۔ اس نے بتلایا پھر مینے اس سے دریافت کیا کہ کچھ پڑھتے ہوئے ہو؟ اُس نے کہا کہ ہاں **قرآن پڑھتے ہیں۔ حدیث پڑھتے ہیں** مینے کہا کہ اچھا کوئی حدیث سناؤ۔ اس نے نہایت سنجیدگی اور فصاحت سے کہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

المسلم مرآۃ المسلم

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہوتا ہے۔ سامنے تو اس کا عیب بتا دے۔ پھر پیچھے دل صاف رکھے۔ اس بچے کے منہ سے اس حدیث کو سنکر مجھے وجد آگیا۔

اس مختصر سے واقعہ پر غور کرو کہ نور الدین کے مذاق اور خواہش کا پتہ دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے آپ کو کس قدر محبت تھی۔ ہم میں سے کتنے ہیں جو اسطرح پر چھوٹی چھوٹی باتوں سے ایک سبق لیتے ہوں۔ اور کتنے ہیں جو اپنی اولاد کی تعلیم میں یہ اصل اور اسوہ مدنظر رکھتے ہوں

علم حدیث کو نور الدین نے کس نظر سے پڑھا

عام طور پر لوگ مختلف علوم کو پڑھنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تو چند خاص اغراض زیر نظر ہوتی ہیں کہ ان علوم کے عالم کہلائیں اور نام و شہرت حاصل کریں۔ نور الدین کی غرض مختلف علوم حاصل کرنے سے جو کچھ تھی وہ ان کے کلام سے ظاہر ہوتی ہی ہے۔ اسوقت میں صرف علم حدیث کے متعلق ان کا مقصد اور مدعا ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کس لئے علم حدیث کو پڑھنا ضروری سمجھتے تھے

فرمایا "احادیث کے پڑھنے کے بہت فوائد ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ درود شریف پڑھنے کا بہت موقعہ ملتا ہے۔ اور یہ کہ انسان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مذہب کس قدر پھیلا تھا۔ اور یہ کہ انسان کی عقل اس سے بڑی تیز ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مختلف اقوال سنتا ہے کسی کو ترجیح دیتا ہے اور کسی کو ضعیف ٹھیراتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والا اللہ تعالیٰ کو رضامند کر ہی لیتا ہے۔ ابن عباس کی طرح ایک رکعت صلوٰۃ الخوف پڑھنے والے بھی خدا رسیدہ اور دو رکعت پڑھنے والے بھی خدا رسیدہ ہو گئے"

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی زبان سے

منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ:-

ایک مرتبہ میں۔ اور حضرت منشی اروڑے خان صاحب اور حضرت خان صاحب محمد خان صاحب لودہانہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ مینے روزہ رکھا ہوا تھا۔ اور میرے رفقاء نے نہیں رکھا تھا۔ جب ہم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو تھوڑا سا وقت غروب آفتاب میں باقی تھا۔ حضرت کو انھوں نے کہا۔ کہ ظفر احمد نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ حضرت فوراً اندر تشریف لے گئے۔ اور شربت کا ایک گلاس لے کر آئے اور فرمایا:-

روزہ کھولدو سفر میں روزہ نہیں چاہیئے

مینے تعمیل ارشاد کی۔ اور اس کے بعد بوجہ مقیم ہونے کے ہم روزہ رکھنے لگے۔ افطاری کیوقت حضرت اقدس خود تین گلاس ایک بڑے تھال میں رکھ کر لائے۔ ہم روزہ کھولنے لگے۔ مینے عرض کیا کہ حضور منشی جی کو (منشی اروڑے خان صاحب) کو ایک گلاس میں کیا ہوتا ہے۔ حضرت مسکرائے اور جھٹ اندر تشریف لے گئے اور ایک بڑا لوٹا شربت کا بھر کر لائے۔ اور منشی جی کو پلایا۔ منشی جی یہ سمجھ کر کہ حضرت اقدس کے ہاتھ سے شربت پی رہا ہوں پیتے رہے اور ختم کر دیا۔

(نوٹ) یہ باتیں بظاہر نہایت سادہ اور معمولی نظر آتی ہیں۔ مگر ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ سیرۃ کے بڑے بڑے اسرار موجود ہیں۔ اس واقعہ پر غور کرو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اکرام ضیف کے کس مقام پر ہیں۔ اپنے خادموں کے لئے خود شربت وغیرہ اُٹھا کر لاتے ہیں۔ کیا آجکل کے پیروں یا مولویوں میں یہ بات پائی جا سکتی ہے۔ اور شریعت کے احکام کا کس قدر احترام آپ کے دل میں موجود ہے۔ مسافر اور مریض کے لئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ آپ کا مذہب یہ تھا کہ قرآن مجید کی رخصتوں سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ اور ان کی تعمیل ہی احترام شریعت کے موافق ہے۔ منشی ظفر احمد صاحب مسافر تھے۔ آپ نے روزہ کھلوا کر ان کو سکھایا کہ خدا تعالیٰ کو انسان اپنی قوت سے راضی نہیں کر سکتا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے احکام الٰہی کی تعمیل ضروری ہے۔ پھر آپ اپنے خدام کے ساتھ عبوس الوجہ پیروں کا سا سلوک نہیں کرتے کہ وہ ان سے اسطرح ڈرتے ہیں۔ جیسے ایک درندے سے۔ منشی ظفر احمد صاحب کس بے تکلفی سے کہہ دیتے ہیں کہ منشی جی کو ایک گلاس سے کیا ہوتا ہے۔ اور آپ مسکراتے ہوئے جا کر اور شربت لے آتے ہیں۔ شفقت اور محبت اور اخلاص اور بے تکلفی کے ان مناظر کو دیکھو اور غور کرو کہ خدا کا مامور ہر قسم کے تکلفات اور جھوٹی نمائشوں سے منزہ ہے۔ وہ اپنے خدام کی روحانی تربیت ایسے رنگ میں کر رہا ہے۔ جس سے وہ اسکے زیادہ قریب ہو کر اس مقصد کو پالیں جس کے لئے وہ مامور ہو کر آیا ہے۔

منشی اروڑے خاں کے اخلاص کو دیکھو کہ وہ اپنے محبوب مولا کے ہاتھوں سے شربت پینے کو راحت جان سمجھ رہا ہے اور اپنی زندگی کا بہترین موقعہ یقین کرتا ہے۔ میں اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے ایک اور اسی قسم کا واقعہ بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ قادیان آئے ہوئے تھے۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو حضور ان کو رخصت کرنے کے لئے اندر سے تشریف لائے۔ اور آپ کے ہمراہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز تھے۔ جو ان ایام میں بچے تھے۔ آپ کے پاس ایک لوٹا اور گلاس تھا لوٹے میں دودھ تھا۔ بڑا گلاس تھا۔ اور حضرت نے رومال میں مصری باندھی ہوئی تھی۔ آپنے شاہ صاحب کو پکارا جب وہ سامنے ہوئے تو فرمایا بیٹھ جاؤ۔ اور وہ فوراً زمین پر بیٹھ گئے آپنے دودھ میں مصری ملائی اور خود گلاس بھر کر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے ہاتھ سے شاہ صاحب کو دیا۔ کہ پی لیں۔ انھوں نے پی لیا۔ پھر دوسرا دیا اور پھر تیسرا تو حضرت شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور اب تو پیٹ بھر گیا۔ آپنے فرمایا پی لو۔ اس طرح پر وہ تیسرا گلاس بھی پلوا دیا۔ اور پھر کچھ بسکٹ دیئے کہ رکھ لو بھوک لگے تو کھا لینا۔ غرض حضور اپنے خدام کی دلداری اور مہمانوں کے اکرام میں ایک عجیب شان رکھتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز علی العموم آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ اور حضور اپنے عمل سے آپ کی تربیت فرمایا کرتے تھے۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عصر سعادت کی یادگار ہیں اور جن کو آپنے حضرت کے حضور اسی رنگ میں دیکھا ہے۔ آپ باوجود ان کے محترم امام اور مطاع ہونے کے اسیطرح ان کی نازبرداری فرماتے ہیں۔

(عرفانی)

میں روایات تو منشی ظفر احمد صاحب کی بیان کر رہا ہوں۔ مگر اسی سلسلہ میں مجھے ایک روایت حضرت منشی اروڑے خان صاحب کی بھی یاد آگئی ہے جس کو میں لکھے بغیر آگے نہیں جاتا — منشی صاحب کا ایک واقعہ تو منشی ظفر احمد صاحب نے بیان کیا تھا کہ نیچے پانی اور اوپر پانی ہو۔ اسی رنگ کا ایک اور واقعہ بھی منشی صاحب موصوف بیان کرتے تھے اور وہ یہ ہے

حضرت منشی اروڑے خان صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ موسم گرما میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جبوقت مینے واپس جانے کا ارادہ کیا۔ اسوقت سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ مینے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا دل ایسا چاہتا ہے کہ راستہ میں بارش ہو اور میں بھیگتا ہوا جاؤں آپ نے فرمایا

خدا تعالیٰ کی رحمت سے کیا بعید ہے

میں رخصت لے کر روانہ ہو گیا۔ میرے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔ جب ہم بٹالہ کے قریب پہنچے تو فوراً ابر نمودار ہوا۔ اور بارش شروع ہو گئی۔ اور سٹیشن تک پہنچتے پہنچتے ہمارے کپڑے تربتر ہو گئے اور زمین پر پانی ہی پانی ہو گیا۔ رفیق سفر نے کہا کہ آؤ کسی درخت کے نیچے کھڑے ہو جائیں تاکہ کپڑے بھیگنے سے بچ جاویں مینے کہا کہ ہم نے بارش تو دعا کے ذریعہ منگوائی ہے اتو بھیگتے ہی جائیں گے۔ کپڑوں کے تربتر ہونے کی کوئی پروا نہیں۔ چنانچہ ہم بارش کے برستے برستے ہی سٹیشن پر پہونچے (نوٹ) اس سفر میں منشی صاحب کے ساتھ منشی ظفر احمد صاحب یا خانصاحب نہ تھے۔ بلکہ کوئی اور دوست تھے اور آپ قادیان پیدل ہی چلے گئے تھے۔ (عرفانی)

منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ:-

بستی باباخیل میں ایک مست رہتا تھا۔ میں ایک مرتبہ اس کے پاس گیا۔ اور السلام علیکم کہا اس نے کہا کہ بیٹھ جا تیرے لئے چاء آتی ہے اور انڈوں کا حلوا آتا ہے۔ میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد فی الواقعہ ایک شخص چاء اور انڈوں کا حلوا لے کر آ گیا۔ مینے اس واقعہ کو حضرت کی خدمت میں پیش کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟

فرمایا

"جب انسان کا اس دنیا سے قطع تعلق ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ کسی طریق پر ہو تو اس جہان سے ایک قسم کا تعلق ہو جاتا ہے اور اُسے ادھر کی خبریں بھی کچھ نہ کچھ مل جاتی ہیں۔ مگر جو لوگ سلوک کے منازل طے کر کے ادھر تعلق پیدا کرتے ہیں اصل وہی ہوتے ہیں"

(نوٹ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ میں یہ بات نمایاں نظر آتی ہے کہ آپ ہر حقیقت کا اعتراف فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ بھی بارہا آپنے فرمایا کہ قرآن مجید میں جب شراب کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو اس کے جواب میں اس فائدہ کا بھی ذکر کر دیا جو اس میں ہے۔ گو یہ بتا کر کہ اس کا نقصان نفع سے زیادہ ہے انسان کو اس حکم کی حکمت کی طرف متوجہ کر دیا۔ جو اس حکمت میں تھا۔ مگر اس سے ایک سبق یہ ملتا ہے کہ جس حد تک بھی کسی چیز میں کوئی خرابی ہو اس کا اعتراف کرنا چاہیئے۔ ٹھیک اسی اصل پر آپنے اس صداقت کو آشکار فرمایا۔ بعض لوگ کسی دماغی کیفیت کی تبدیلی یا دوسرے حالات کیوجہ سے اس دنیا سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ تو کچھ نہ کچھ خبریں اس جہان کی پا لیتے ہیں۔ لیکن یہ کچھ چیز نہیں۔ اصل چیز وہ ہے جو انبیاء علیہم السلام اور آپ کے اتباع کو بشارتیں ملتی ہیں۔ اور مصفیٰ غیب خدا کے نبیوں کو دیا جاتا ہے باوجود اس کے کہ وہ اسی دنیا میں ہوتے ہیں۔ لیکن اس جہان کے کوائف سے انھیں آگاہ کیا جاتا ہے۔ اور وہ قبل از وقت دنیا کو اس غیب سے مطلع کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے وقت پر پوری ہو کر خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک زندہ ایمان ہوتا ہے۔

(عرفانی)

ذکرِ حبیب کی ایک مجلس

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے **سردار مصباح الدین** احمد صاحب کو کہ انھوں نے ایک عرصہ سے ذکر حبیب کی مجلس کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ وہ ہمیشہ اس ٹوہ اور تاک میں رہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی صحابی ملے۔ اور اسے حضور کی باتیں سنانے کی دعوت دیں۔ میرے اپنے ایمان اور ذوق کے موافق اس قسم کی مجالس جماعت میں ایک ایسا انقلاب پیدا کر سکتی ہیں۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جماعت سالکین کے قیام سے چاہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک ذکر میں یہ خوبی اور کشش ہے کہ وہ **تصفیہ قلوب** کرتا ہے۔ اور انسانی روح میں خدا تعالیٰ کی طرف **بلند پروازی** کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ اگر احباب اس حقیقت کو سمجھ لیں تو وہ اس مفید اور ناقابل خطا نسخہ کے ذریعہ اپنے اندر ایک خاص تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ہر جگہ جہاں درس ہوتا ہے۔ یا ہفتہ واری اجلاس ہوتے ہیں۔ وہاں ذکر حبیب کے جلسے ہوا کریں۔ جن میں حضرت مسیح موعود کی **سوانح حیات** اور **سیرۃ کو پڑھا جاوے**۔ یہ طریق یقیناً جماعت میں عملی روح پیدا کر دے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ جہاں کہیں بھی ہوں وہ اس **امانت** کو ادا کریں۔ انھوں نے حضور کی مجلس میں جو کچھ دیکھا۔ اور آپ کے منہ سے جو کچھ سنا اسے دوسروں تک پہنچائیں اور سنائیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ احباب اس تحریک کی طرف توجہ کریں گے۔ اسی سلسلہ میں میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ایک سالانہ جلسہ پر اس سلسلہ **سیرۃ و سوانح** کے متعلق جو خاکسار **عرفانی** مرتب کر رہا ہے فرمایا تھا کہ

یہ ہر ایک احمدی کے گھر میں ہونی چاہیئے۔ خواہ خواندہ ہو یا ناخواندہ

ہر احمدی کو چاہیئے کہ وہ اس کتاب کو اپنے گھر میں موجود رکھے تاکہ وہ خود اسکے بچے اور دوسرے لوگ اسے پڑھیں اور حضرت کے حالات سے واقف ہوں۔ اب میں کسی مزید تمہید کے بغیر قادیان کی ایک مجلس **ذکر حبیب** کا ذکر کرتا ہوں جو ۱۷ اپریل ۱۹۳۴ء کو مجلس اقصیٰ میں منعقد ہوئی۔ جس میں مخدومی خانصاحب ذوالفقار علی خان صاحب رامپوری نے حضرت **مسیح موعود** علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات سنائے۔ جو خود انھوں نے دیکھے تھے۔ خانصاحب نے ابتداءً ان اسباب اور حالات کو بھی بیان کیا۔ جو آپکے لئے سلسلہ میں آنے کے محرک ہوئے چونکہ وہ واقعات بجائے خود ایک دلچسپی کو لئے ہوئے ہیں اسلئے میں چاہتا ہوں کہ ان کو بھی محفوظ کر دیا جاوے **خان صاحب نے فرمایا**

۱۸۸۴ء کا ذکر ہے کہ میں علی گڈھ کالج میں تعلیم پاتا تھا۔ میری عمر اسوقت ۱۸-۱۹ سال کی ہو گی اس لئے کہ میری پیدائش ۱۸۶۹ء کی ہے۔ جوانی کا آغاز، علیگڈھ کا ماحول۔ میرے دل دماغ پر جو چیز غالب تھی وہ سرسید اور قوم تھی۔ چنانچہ اسی موضوع پر شاعرانہ جذبات کا اظہار کرتا۔ اور اسی رنگ میں رنگین تھا کہ یکایک **ریاض الاخبار** گورکھپور کا ایک پرچہ میرے سامنے آیا۔ اور میں نے اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مکتوب **الیگزنڈر رسل ویب** کے نام پڑھا۔ جو اسوقت جزیرہ **فلپائن** میں ایک بہت بڑے آفیسر تھے۔ اس خط کے الفاظ میں کیا تاثیر تھی۔ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اس نے میرے قلب میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ اور میں نے اسی وقت سمجھ لیا کہ

اسی وجود کے ذریعہ اُمت کا بھلا ہوگا

گو یہ وقتی تحریک تھی۔ مگر میرے قلب میں وہ ایک میخ فولادی کی طرح دھنس گئی اور **احمدیت** کا بیج میرے دل میں بویا گیا۔ دن ہفتے۔ اور مہینے اور سال گذر گئے۔ یہ بیج جو بویا گیا تھا۔ ہر قسم کے جذبات اور مختلف قسم کے ماحول اور فضا کے اثرات کے نیچے دبا رہا کہ ایک دن میں نے دیکھا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب علیگڈھی ایک دوست سے بات چیت کر رہے ہیں اور میں نے سنا کہ ان کی گفتگو میں **مرزا صاحب** کا لفظ آتا ہے۔ وہ دبی ہوئی چنگاری سلگ اُٹھی۔ میں اُن کے قریب گیا اور پوچھا کہ کن مرزا صاحب کا ذکر کرتے ہو؟ انھوں نے بتایا کہ **مرزا غلام احمد** صاحب قادیانی کا۔ وہ یہاں آئے تھے۔ اور مولوی سید تفضل حسین صاحب کے ہاں ٹھیرے تھے انھوں نے مسجد میں آ کر تقریر کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر آئے نہیں۔ میں نے جب یہ سنا کہ حضرت یہاں تشریف لائے تھے۔ اور میں آپکے دیدار سے مشرف نہ ہو سکا تو مجھے بے حد صدمہ ہوا۔ مگر اب کیا چارہ کار تھا۔ آخر میں تعلیمی سلسلہ کو بند کر کے ملازم ہو گیا۔ اور میری تقرری **اٹاوہ** میں ہوئی۔ مولوی بشیر احمد صاحب سے پرانے تعلقات تھے میں ان کے پریس ہی میں ٹھیرا۔ وہاں اتفاق سے ایکدن مولوی سید تفضل حسین صاحب تشریف لائے تو مولوی بشیر احمد صاحب نے میرا ان سے تعارف کرایا اور ان کی نسبت فرمایا کہ یہ **قادیانی** ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ میں شاید شاعرانہ انداز سے ان پر کچھ پھبتیاں اڑاؤں گا۔ مگر میری یہ حالت تھی کہ ان کو دیکھ کر میری طبیعت میں ایک **محبت** کی لہر دوڑتی تھی۔ اور میں انھیں بڑا ہی خوش قسمت سمجھتا تھا۔ میں نے ان سے انھیں جذبات کے ساتھ مصافحہ کیا۔ یہ دوسرا موقع تھا کہ حضرت اقدس کے ساتھ جو ارادت و عقیدت مجھے پیدا ہوئی تھی اس میں ایک نئی قوت پیدا ہوئی۔

اٹاوہ کے بعد میں **بھونگاؤں** میں نائب تحصیلدار ہو گیا۔ اور خوش قسمتی سے مولوی سید تفضل حسین وہاں تحصیلدار تھے میں نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا۔ مولوی صاحب میرا اسباب اپنے ہی مکان میں لے گئے۔ اور انھوں نے میری ایمانی اور روحانی تربیت کے لئے **ازالہ اوہام سننا** شروع کیا۔ جوں جوں میں ازالہ اوہام سنتا تھا۔ میرے قلب میں حضرت اقدس سے محبت و عقیدت بڑھتی جاتی تھی اور پہلی جلد کے ختم کرنے سے پہلے پہلے میں

آپ کی صداقت کا یقین کر چکا تھا۔

ایکدن انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا حضرت اقدس کے دعاوی کے متعلق مجھے کوئی شبہ ہے؟ میں نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ اسپر انھوں نے کہا کہ **بیعت کیوں نہیں کر لیتے**۔ میں نے کہا کہ بیعت ابھی نہیں کرتا۔ انھوں نے کہا کہ یہ تو منافقت ہے۔ اس لفظ نے مجھے اسقدر صدمہ پہنچایا۔ کہ اگر کوئی مجھے قتل کر دیتا تو اتنی تکلیف نہ ہوتی۔ میں نے اسپر انکے مکان کو چھوڑ دیا۔ اور اپنے مکان میں چلا گیا۔ اور اپنی حالت پر خدا کے حضور گریہ و زاری میں مصروف ہو گیا۔ مجھے بیعت میں اسلئے تردد نہ تھا کہ میں حضرت اقدس کی صداقت کا قائل نہ تھا۔ بلکہ اپنی حالت کو دیکھتا تھا کہ میں عملی رنگ میں کمزور ہوں۔ سلسلہ کے لئے داغ نہ ہو جاؤں۔ آخر تحصیلدار صاحب کو اس کا احساس ہوا۔ اور وہ خود میرے پاس آئے اور معذرت کی۔ ہم پھر بھائی بھائی ہو گئے اور میں حضرت اقدس کی کتب کو پڑھتا رہا۔ اور **احمدیت** کا بیج جو خدا کے فضل سے میرے دل میں علیگڈھ کی طالبعلمی کے زمانہ میں بویا گیا تھا نشوونما پانے لگا۔ میں احمدی تھا اور حضرت کے تمام دعاوی پر ایمان رکھتا تھا۔ دل سے بیعت کر چکا تھا۔ ظاہری طور پر ابھی موقع نہیں آیا تھا۔ کہ پھر وہاں سے تبدیلی ہو گئی۔

میں سمجھتا ہوں کہ بھونگاؤں میرا آنا اسلئے ہی تھا کہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ سے پورے طور پر واقف ہو جاؤں۔

اب میں اس سلسلہ کو مختصر کر کے حضرت اقدس کی سیرت کے متعلق چند باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ میں آپ کی سیرت کے دو پہلوؤں پر اپنے مشاہدات کی روشنی میں گفتگو کروں گا۔ ایک **محویت** دوسرے **غیرت**۔

گورداسپور میں کرم دین کے ساتھ مقدمات کا سلسلہ جاری تھا۔ میں قادیان کے ارادے سے آیا۔ اور مجھے معلوم نہ تھا کہ حضرت اقدس گورداسپور میں ہیں۔ میں بٹالہ کے سٹیشن پر بہمہ شوق اترا۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ حضرت قادیان میں نہیں ہیں۔ سردار فضل حق صاحب کو میں نے دیکھا۔ اور میری روح نے کہا کہ یہ احمدی ہے اس سے پوچھوں۔ چنانچہ انھوں نے کہا کہ میں بھی گورداسپور جا رہا ہوں۔ جھٹ ان کے ساتھ میں بھی سوار ہو گیا۔ اور گورداسپور پہنچا **حضرت کی ملاقات** نے دل کو کچھ اور ہی بنا دیا۔ میں اس کیفیت اور اثر کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔

حضور کی شفقت و کرم کا کیا کہنا۔ آپ کو ہر طرح میرے آرام و آسائش کا خیال تھا۔

اب میں حضور کی محویت کا واقعہ بیان کرتا ہوں۔

(باقی آیندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لیے دیکھئے اخبار الحکم مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۳۴ء)

پھر فرمایا مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ یعنی وہ خدا ہر ایک کی جزا اپنے ہاتھوں میں رکھتا ہے۔ اس کا کوئی ایسا کارپرداز نہیں جس کو اُس نے زمین و آسمان کی حکومت سونپ دی ہو۔ اور آپ الگ ہو بیٹھا ہو۔ اور آپ کچھ نہ کرتا ہو۔ وہی کارپرداز سب کو جزا سزا دیتا ہو یا آئندہ دینے والا ہو۔ اور پھر فرمایا الملک القدوس یعنی وہ خدا بادشاہ ہے جس پر کوئی داغ اور عیب نہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ انسانی بادشاہت عیب سے خالی نہیں۔ اگر مثلاً تمام رعیت جلاوطن ہو کر دوسرے وطن کی طرف بھاگ جاوے۔ تو پھر بادشاہی قائم نہیں رہ سکتی۔ اگر تمام رعیت قحط زدہ ہو جائے۔ تو پھر خراج شاہی کہاں سے آئے۔ اور اگر رعیت کے لوگ اُس سے بحث شروع کر دیں کہ تجھ میں ہم سے زیادت کیا ہے۔ تو وہ کونسی لیاقت اپنی ثابت کرے۔ پس خدا تعالےٰ کی بادشاہی ایسی نہیں ہے۔ وہ ایکدم میں تمام ملک کو فنا کر کے اور مخلوقات پیدا کر سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا خالق اور قادر نہ ہوتا۔ تو پھر بجز ظلم کے اس کی بادشاہت چل نہ سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا کو ایک مرتبہ معافی اور نجات دیکر کو واپس لے لیتا۔ تو اس صورت میں اُس کی خدائی میں فرق آتا۔ اور دنیا کے بادشاہوں کی طرح ایک داغدار بادشاہ ہوتا۔ جو دنیا کے لئے قانون بناتے ہیں بات بات میں بگڑتے ہیں۔ اور اپنی خود غرضی کے وقتوں پر جب دیکھتے ہیں ظلم کے بغیر چارہ نہیں۔ تو ظلم کو شیر مادر سمجھ لیتے ہیں۔ مثلاً قانون شاہی جائز رکھتا ہے کہ ایک جہاز ایک کشتی کے سواروں کو تباہی میں ڈالدیا جائے۔ اور ہلاک کیا جائے۔ مگر خدا کو تو یہ اضطرار پیش نہیں آنا چاہیئے پس اگر خدا پورا قادر اور عدم سے پیدا کرنے والا نہ ہوتا۔ تو وہ یا تو کمزور راجوں کی طرح قدرت کی جگہ ظلم سے کام لیتا۔ یا عادل بن کر خدائی کو ہی الوداع کہتا بلکہ خدا کا جہاز تمام قدرتوں کے ساتھ سچے انصاف پر چل رہا ہے۔

پھر فرمایا السلام یعنی وہ خدا جو تمام عیبوں اور مصائب اور سختیوں سے محفوظ ہے۔ بلکہ سلامتی دینے والا ہے۔ اس کے معنی بھی ظاہر ہیں۔ کیونکہ اگر وہ آپ ہی مصیبتوں میں پڑتا۔ لوگوں کے ہاتھ سے مارا جاتا اور اپنے ارادوں میں ناکام رہتا۔ تو پھر اس بد نمونہ کو دیکھ کر کس طرح دل تسلی پکڑتے کہ ایسا خدا ہمیں ضرور مصیبت [illegible] چھڑا دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ باطل معبودوں کے بارے میں فرماتا ہے ان الذین تدعون من دون الله لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له وان یسلبهم الذباب شیئا لا یستنقذوه منه ضعف الطالب والمطلوب ما قدروا الله حق قدره ان الله لقوی عزیز

(الجزو ۱۷ سورہ حج)

جن لوگوں کو تم خدا بنائے بیٹھے ہو۔ وہ تو ایسے ہیں کہ اگر سب مل کر ایک مکھی پیدا کرنا چاہیں تو کبھی پیدا نہ کر سکیں۔ اگرچہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں بلکہ اگر مکھی کوئی اُس کی چیز چھین کر لے جائے۔ تو اُنھیں طاقت نہیں ہو گی۔ کہ وہ مکھی سے چیز واپس لے سکیں۔ اُن کے پرستار عقل کے کمزور اور طاقت کے کمزور ہیں۔ کیا خدا ایسے ہوا کرتے ہیں۔ خدا تو وہ ہے کہ سب قوتوں والوں سے زیادہ قوت والا اور سب پر غالب آنے والا ہے۔ نہ اس کو کوئی پکڑ سکے نہ مار سکے۔ ایسی غلطیوں میں جو لوگ پڑتے ہیں۔ وہ خدا کی قدر نہیں پہچانتے۔ اور نہیں جانتے کہ خدا کیسا ہونا چاہیئے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا امن کا بخشنے والا اور اپنے کمالات اور توحید پر دلائل قائم کرنے والا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سچے خدا کا ماننے والا کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ خدا کے سامنے شرمندہ ہو گا۔ کیونکہ اس کے پاس زبردست دلائل ہوتے ہیں۔ لیکن بناوٹی خدا کا ماننے والا بڑی مصیبت میں ہوتا ہے۔ وہ بجائے دلائل بیان کرنے کے ہر ایک بیہودہ بات کو راز میں داخل کرتا ہے۔ تا ہنسی نہ ہو اور ثابت شدہ غلطیوں کو چھپانا چاہتا ہے۔

اور پھر فرمایا المهیمن العزیز الجبار المتکبر یعنی وہ سب کا محافظ ہے۔ اور سب پر غالب اور بگڑے ہوئے کاموں کا بنانے والا۔ اور اس کی ذات نہایت ہی مستغنی ہے۔ اور فرمایا هو الله الخالق البارئ المصور له الاسماء الحسنیٰ یعنی وہ ایسا خدا ہے کہ جسموں کا پیدا کرنے والا۔ اور روحوں کا بھی پیدا کرنیوالا رحم میں تصویر کھینچنے والا۔ تمام نیک نام جہاں تک خیال میں آسکیں سب اُسی کے نام ہیں۔ اور پھر فرمایا یسبح له ما فی السمٰوٰت والارض وهو العزیز الحکیم یعنی آسمان کے لوگ بھی اُس کے نام کو پاکی سے یاد کرتے ہیں اور زمین کے لوگ بھی۔ اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ آسمانی اجرام میں آبادی ہے۔ اور وہ لوگ پابند خدا کی ہدایتوں کے ہیں اور پھر فرمایا علیٰ کل شیء قدیر یعنی خدا بڑا قادر ہے۔ یہ پرستاروں کے لئے بڑی تسلی ہے۔ کیونکہ خدا اگر عاجز ہو اور قادر نہ ہو تو ایسے خدا سے کیا اُمید رکھیں۔ اور پھر فرمایا کہ رب العلمین الرحمٰن الرحیم ملک یوم الدین [illegible] اجیب دعوة الداع اذا دعان [illegible] رحمٰن و رحیم اور جزا کے دن کا آپ مالک ہے۔ اس اختیار کو کسی کے ہاتھ میں نہیں دیا۔ ہر ایک پکارنے والے کی پکار کو سننے والا اور جواب دینے والا۔ یعنی دعاؤں کو قبول کرنے والا۔ اور پھر فرمایا الحی القیوم یعنی ہمیشہ رہنے والا تمام جانوں کی جان اور سب کے وجود کا سہارا۔ یہ اسلئے کہا کہ وہ ازلی ابدی نہ ہو تو اس کی زندگی کے بارے میں بھی دھڑکا رہے گا۔ کہ شاید ہم سے پہلے فوت نہ ہو جائے۔ اور پھر فرمایا کہ وہ خدا اکیلا خدا ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا۔ اور نہ کوئی اُس کا بیٹا۔ اور نہ کوئی اُس کے برابر اور نہ کوئی اس کا ہمجنس۔

اور یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید کو صحیح طور پر ماننا اور اس میں زیادت اور کمی نہ کرنا۔ یہ وہ اصول ہے۔ جو انسان اپنے مالک حقیقی کے حق میں بجا لاتا ہے۔ یہ تمام حصہ اخلاقی تعلیم کا ہے۔ جو قرآن شریف کی تعلیم میں درج ہوا ہے۔ اس میں اصول یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے تمام اخلاق کو افراط اور تفریط سے بچایا۔ اور ہر ایک خلق کو اس حالت میں خلق کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جب اپنے واقعی اور واجب حد سے کم و بیش نہ ہو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ نیکی حقیقی وہی چیز ہے۔ جو دو حدوں کے وسط میں ہوتی ہے۔ یعنی زیادتی اور کمی یا افراط تفریط کے درمیان ہوتی ہے۔ ہر ایک حالت جو وسط کی طرف کھینچے اور وسط پر قائم کرے وہی خلق فاضل کو پیدا کرتی ہے محل اور موقع کو پہچاننا ایک وسط ہے۔ مثلاً اگر زمیندار اپنا تخم وقت سے پہلے بو دے۔ یا وقت کے بعد دونوں صورتوں میں وہ وسط کو چھوڑتا ہے۔ نیکی اور حق و حکمت سب وسط میں ہے۔ اور وسط موقع بینی ہے یا یوں سمجھو کہ حق وہ چیز ہے کہ ہمیشہ باطلوں کے وسط میں ہوتا ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ عین موقع کا التزام ہمیشہ انسان کو وسط میں رکھتا ہے۔ اور خدا شناسی کے بارے میں وسط کی شناخت یہ ہے کہ خدا کی صفات کے بیان کرنے میں نہ تو نفی صفات کے پہلو کی طرف جھک جائے۔ اور خدا کو جسمانی چیزوں کا مشابہ قرار دے۔ یہی طریق قرآن کریم نے صفات باری تعالیٰ میں اختیار کیا ہے۔ چنانچہ وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ خدا دیکھتا سنتا۔ بولتا جانتا کلام کرتا ہے۔ اور پھر مخلوق کی مشابہت سے بچانے کے لئے یہ بھی فرماتا ہے کہ لیس کمثله شیء فلا تضربوا لله الامثال یعنی خدا کی ذات اور صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس کے لئے مخلوق سے مثالیں مت دو۔ سو خدا کی ذات کو تشبیہ اور تنزیہ کے بین بین رکھنا یہی وسط ہے۔ غرض اسلام کی تعلیم تمام میانہ روی کی تعلیم ہے۔ سورۃ الفاتحہ میانہ روی کی ہدایت فرماتی ہے۔ [illegible] فرماتا ہے غیر المغضوب علیهم ولا الضالین مغضوب علیہم سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو خدا تعالےٰ کے مقابل پر قوت غضبی کو استعمال کر کے قوت سبعی کی پیروی کرتے ہیں۔ اور ضالین سے مراد ہیں جو [illegible] ہمیمیہ کی پیروی کرتے ہیں اور میانہ طریق وہ [illegible] فرمایا ہے [illegible] علیهم سے یاد [illegible]

غرض اس مبارک اُمت کے لئے قرآن شریف میں وسط کی ہدایت ہے۔ توریت میں خدا تعالیٰ نے انتقامی امور پر زور دیا تھا۔ اور انجیل میں عفو اور درگذر پر زور دیا۔ اور اس اُمت کو موقع شناسی اور وسط کی تعلیم ملی۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وکذالک جعلنٰکم امة وسطا

یعنی ہم نے تم کو وسط پر عمل کرنے والی اُمت بنایا ہے۔ اور وسط کی تعلیم تمھیں دی۔ سو مبارک وہ جو وسط پر چلتے ہیں۔

خیر الامور اوسطها۔

از اخبار الحکم ۱۰ فروری سنہ ۱۹۰ء

گورنمنٹ انگلشیہ کے حقوق اور مسلمانوں کے فرائض

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا بہت شکر کرنا چاہیے۔ جس نے انکو ایک ایسا دین بخشا ہے جو علمی اور عملی طور پر ہر ایک قسم کے فساد اور مکروہ باتوں اور ہر ایک نوع کی قباحت سے پاک ہے۔ انسان غور و فکر سے دیکھے۔ تو اسے معلوم ہو گا کہ واقعی طور پر تمام محامد اور صفات کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔......

....

....

اور کوئی انسان یا مخلوق واقعی اور حقیقی طور پر حمد و ثنا کا مستحق نہیں ہے۔ اگر انسان بغیر کسی قسم کی غرض کی ملونی کے دیکھے تو اس پر بدیہی طور پر کھل جائے گا کہ کوئی شخص جو مستحق حمد قرار پاتا ہے وہ یا تو اس لئے مستحق ہو سکتا ہے کہ کسی ایسے زمانہ میں جبکہ کوئی وجود اور وجود کی خبر نہ تھی وہ اس کا پیدا کرنے والا ہو۔ یا اس وجہ سے کہ ایسے زمانے میں کہ کوئی وجود نہ تھا اور نہ معلوم تھا کہ وجود اور بقاء وجود اور حفظ صحت اور قیام زندگی کے لئے کیا کیا اسباب ضروری ہیں اس نے وہ سب سامان مہیا کئے ہوں یا ایسے زمانہ میں اس میں بہت سی مصیبتیں آ سکتی تھیں اس نے رحم کیا ہو۔ اور اس کو محفوظ رکھا ہو۔ اور یا اس وجہ سے مستحق تعریف ہو سکتا ہے کہ محنت کرنے والے کی محنت کو ضائع نہ کرے۔ اور محنت کرنے والے حقوق پورے طور پر ادا کرے۔ گو جیسا بظاہر اجرت کرنے والے کے حقوق کا دینا معاوضہ ہے۔ لیکن ایسا شخص بھی محسن ہو سکتا ہے جو پورے طور پر حقوق دے۔ یہ صفات اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ جو کسی کو مستحق حمد و ثنا بنا سکتی ہیں۔ اب غور کر کے دیکھلو کہ حقیقی طور پر ان سب محامد کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جو کامل طور پر ان صفات سے متصف ہے اور کسی میں یہ صفات نہیں ہیں

دیکھو صفت خلق و پرورش۔ یہ صفت اگرچہ انسان کو کم سمجھ سکتی ہے۔ کہ ماں باپ اور دیگر محسنوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن اگر انسان زیادہ غور کرے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ ماں باپ اور دیگر محسنوں کے اغراض مقاصد ہوتے ہیں جن کی بنا پر وہ احسان کرتے ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ مثلاً اگر بچہ تندرست ہے خوبصورت ہے... اور بھی لڑکی ہوتی ہے شادیانے بجائے جاتے ہیں۔ لیکن اگر لڑکی ہو تو گویا وہ گھر ماتم کدہ اور وہ دن سوگ کا دن ہو جاتا ہے۔ اور اپنے تئیں منہ دکھانے کے قابل نہیں سمجھتے۔ بسا اوقات بعض نادان مختلف تدابیر سے لڑکیوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ یا اُن کی پرورش میں کم التفات کرتے ہیں۔ اور اگر بچہ لنجہ۔ اندھا اپاہج پیدا ہو تو چاہتے ہیں کہ وہ مر جاوے۔ اور اکثر دفعہ تعجب نہیں کہ خود بھی وبال جان سمجھ کر مار دیں۔ میں نے پڑھا ہے کہ یونانی لوگ ایسے بچوں کو عمداً ہلاک کر دیتے تھے۔ بلکہ اُن کے ہاں شاہی قانون تھا۔ اگر کوئی ناکارہ اپاہج اندھا وغیرہ پیدا ہو تو اُس کو فوراً مار دیا جائے۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ انسانی خیالات پرورش اور خبر گیری کے ساتھ ذاتی اور نفسانی اغراض ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی اس قدر مخلوق کی (جس کے تصور اور بیان سے وہم اور زبان قاصر ہے۔ جو زمین و آسمان میں بھری پڑی ہے) خلق اور پرورش سے کوئی غرض ہرگز نہیں ہے۔ والدین کی طرح خدمت اور رزق نہیں چاہتا۔ بلکہ اُس نے مخلوق کو محض ربوبیت کے تقاضے سے پیدا کیا ہے۔ ہر ایک شخص مان لے گا کہ بوٹا لگانا پھر آب پاشی کرنا۔ اور اس کی خبر گیری رکھنا اور ثمر دار درخت ہونے تک محفوظ رکھنا ایک بڑا احسان ہے۔ پس انسان اپنی حالت اور غور و پرداخت پر غور کرے تو معلوم ہو گا کہ خدا تعالیٰ نے کتنا بڑا احسان کیا ہے۔ اس قدر انقلابات اور بیکسیوں کے تغیرات میں اس کی دستگیری فرمائی ہے۔

دوسرا پہلو جو ابھی میں نے بیان کیا ہے کہ قبل از پیدائش وجود ایسے سامان ہوں کہ تمدنی زندگی اور قویٰ کے کام کے لئے پورا پورا سامان موجود ہو۔ دیکھو ہم ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ سامان پہلے ہی پیدا کر دیا۔ منور سورج جو آب چڑھا ہوا ہے اور جس کی وجہ سے عام روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ دن چڑھا ہوا ہے اگر نہ ہوتا تو کیا ہم دیکھ سکتے تھے۔ یا روشنی کے ذریعہ جو فوائد اور منافع ہمیں پہونچ سکتے ہیں۔ ہم کس ذریعہ سے حاصل کر سکتے اگر سورج اور چاند یا کسی اور قسم کی روشنی نہ ہوتی تو بینائی بیکار ہوتی۔ اگرچہ آنکھوں میں ایک قوت دیکھنے کی ہے۔ مگر وہ بیرونی اور خارجی روشنی کے بدوں محض نکمی ہے۔ پس یہ کس قدر احسان ہے کہ قویٰ سے کام لینے کے لئے۔ ان ضروری سامانوں کو پہلے سے مہیا کر دیا۔ اور پھر یہ کس قدر رحمت ہے کہ ایسے قویٰ دیئے ہیں کہ ان میں بالقوہ استعداد رکھ دی ہیں جو انسان کی تکمیل اور وصول الی الغایۃ کے لئے از بس ضروری ہیں۔

دماغ میں اعصاب میں عروق میں ایسے خواص رکھے ہیں کہ انسان اُن سے کام لیتا ہے۔ اور ان کی تکمیل کر سکتا ہے اسلئے کہ قوتوں کی تکمیل کا سامان ساتھ ہی پیدا کر دیا ہے۔ یہ تو اندرونی نظام کا حال ہے۔ کہ ہر ایک قوت اس منشاء اور مفاد سے پوری ہمدردی رکھتی ہے۔ جس میں انسان کی فلاح ہے اور بیرونی طور پر بھی ایسا ہی انتظام کر رکھا ہے کہ ہر شخص جس قسم کا حرفہ رکھتا ہے۔ اس کے مناسب حال ادوات و آلات قبل از وجود مہیا کر رکھے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی جوتہ بنانیوالا ہے تو اس کو چمڑا اور دھاگا نہ ملے۔ تو وہ کہاں سے لائے۔ اور کیوں کر اپنے حرفہ کی تکمیل کرے۔ اگر اسیطرح درزی کو کپڑا... نہ ملے... اسیطرح ہر متنفس کا حال ہے وہ کیا کر سکتا ہے۔ بڑی سوچ و فکر سے ایک نسخہ دیکھ کر دے گا۔ لیکن بازار میں دوا نہ ملے تو کیا کرے گا۔ کس قدر فضل ہے کہ ایک طرف علم دیا گیا ہے۔ اور دوسری طرف نباتات۔ جمادات۔ حیوانات جو مریضوں کے مناسب حال تھے پیدا کر دیئے ہیں۔ اور ان میں قسم قسم کے خواص رکھے ہیں۔ جو ہر زمانہ میں نا اندیشیدہ ضروریات کے کام آ سکتے ہیں۔ غرض خدا تعالیٰ نے کوئی چیز بھی غیر مفید پیدا نہیں کی۔ اور جس کے خواص محدود ہوں۔ یہاں تک کہ لیٹو اور جوں تک بھی غیر مفید نہیں لکھا ہے کہ اگر پیشاب بند ہو تو بعض وقت جوں کو احلیل میں داخل کر دینے سے پیشاب جاری ہو جاتا ہے۔ انسان اشیاء کی مدد سے کہاں تک فائدہ اُٹھاتا ہے۔ کوئی تصور کر سکتا ہے؟ پھر چوتھی بات پاداش محنت ہے۔ اس کے لئے بھی خدا کا فضل درکار ہے۔ مثلاً انسان کس قدر محنت و مشقت سے زراعت کرتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی مدد اس کے ساتھ نہ ہو تو کیونکر اپنے گھر میں غلہ لا سکے۔ اسی کے فضل و کرم سے اپنے وقت پر ہر ایک چیز ہوتی ہے۔ چنانچہ اب قریب تھا کہ اس خشک سالی میں لوگ ہلاک ہو جاتے۔ مگر خدا نے اپنے فضل سے بارش کر دی۔ اور بہت سے حصہ مخلوق کو سنبھال لیا۔ غرض اولاً و بالذات اکمل اور اعلیٰ مستحق تعریف کا خدا تعالیٰ ہی ہے اس کے مقابلہ میں کسی دوسرے کا ذاتی طور پر کوئی بھی استحقاق نہیں اگر کسی دوسرے کو استحقاق تعریف کا ہے۔ تو صرف طفیلی طور پر ہے یہ بھی خدا تعالیٰ کا رحم ہے کہ باوجودیکہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے مگر اس نے طفیلی طور پر بعض کو اپنے محامد میں شریک کر لیا ہے جیسے اس سورۃ شریفہ میں بیان فرمایا ہے قل اعوذ برب الناس ۝ ملک الناس ۝ الٰہ الناس ۝ من شر الوسواس الخناس ۝ الذی یوسوس فی صدور الناس ۝ من الجنۃ والناس ۝ اس میں اللہ تعالیٰ نے حقیقی مستحق حمد کے ساتھ عارضی مستحق حمد کا بھی اشارۃً ذکر فرمایا ہے۔ اسلئے کہ اخلاق فاضلہ کی تکمیل ہو۔ چنانچہ اس سورۃ میں تین قسم کے حق بیان فرمائے ہیں فرمایا تم پناہ مانگو اللہ کے پاس جو جامع جمیع صفات کاملہ کا ہے۔ اور جو رب ہے۔ اور جو ملک ہے لوگوں کا۔ اور پھر جو معبود و مطلوب حقیقی ہے لوگوں کا۔ یہ سورۃ اسی قسم کی ہے کہ اس میں اصل توحید کو قائم رکھا ہے۔ مگر منشا یہ بھی اشارہ کہ دوسرے لوگوں کے حقوق بھی ضائع نہ کریں۔ جو ان اسماء کے مظہر ظلی طور پر ہیں۔ رب کے لفظ میں اشارہ ہے کہ گو حقیقی طور پر خدا ہی پرورش کرنے والا اور تکمیل تک پہنچانے والا ہے۔ لیکن عارضی اور ظلی طور پر دو اور بھی وجود ہیں جو ربوبیت کے مظہر ہیں۔ ایک جسمانی طور پر اور دوسرا روحانی طور پر۔ جسمانی طور پر والدین ہیں اور روحانی طور پر مرشد و ہادی ہے۔ دوسرے مقام پر تفصیل کے ساتھ بھی ذکر فرمایا ہے وقضٰی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا ۝ یعنی خدا نے یہ چاہا ہے کہ کسی دوسرے کی بندگی نہ کرو۔ اور والدین سے احسان کرو۔ حقیقت میں کیسی ربوبیت ہے کہ انسان بچہ ہوتا ہے اور کسی قسم کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس حالت میں ماں کیا کیا خدمات کرتی ہے۔ اور والد اس حالت میں ماں کی مہمات کا متکفل ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ناتواں مخلوق کی خبر گیری کے لئے دو محل پیدا کر دیئے ہیں۔ اور اپنی محبت کی انوار سے ایک پرتو محبت کا ان میں ڈالدیا۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ ماں باپ کی محبت عارضی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت حقیقی ہے۔ اور جب تک قلوب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا القاء ہو کوئی فرد و بشر خواہ دوست ہو یا کوئی... ہو یا کوئی حاکم ہو۔ کسی سے محبت نہیں کر سکتا۔ اور یہ خدا کی کمال ربوبیت کا راز ہے کہ ماں باپ بچوں سے ایسی محبت کرتے ہیں کہ ان کے تکفل میں ہر قسم کے دکھ شرح صدر سے اُٹھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کی زندگی کے لئے مرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

(باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

ایک ضروری نوٹ

میں کوشش کرنی چاہتا ہوں کہ اس سلسلہ حالات صحابہ میں ان دوستوں کے حالات جمع کردوں۔ جن کا نام ۳۱۳ کی فہرست میں ہے۔ بعض دوستوں کے حالات میں اس سے پیشتر الفضل میں شائع کر چکا ہوں۔ لیکن وہ بالکل متفرق طور پر لکھے گئے ہیں۔ کسی دوست کی وفات پر دل میں ایک تحریک ہوئی۔ تو میں نے کچھ حالات انکے لکھدیئے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ وہ بھی الحکم کے اس دور میں مکرر شائع ہو جائیں۔ لیکن اولاً میری کوشش یہی ہوگی کہ جن دوستوں کے حالات ابھی تک نہیں لکھے گئے وہ شائع کروں۔ اور ضرورۃً شائع شدہ احباب کے حالات بھی درج ہوتے رہیں وَ باللہ التوفیق (عرفانی)

حضرت بابا قطب الدین صاحب ساکن کوٹ فقیر رضی اللہ عنہ

حضرت بابا قطب الدین صاحب کوٹ فقیر ضلع جہلم کے رہنے والے زمیندار تھے۔ حضرت اقدس نے ۳۱۳ کی فہرست میں ان کا نام ۱۸۷ پر درج فرمایا ہے۔ ان کی پیدائش کے سال کے متعلق کوئی صحیح تاریخ تو معلوم نہیں۔ لیکن اپنی عمر کا جو حساب وہ بتایا کرتے تھے ان سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ غالباً ۱۸۴۲ء یا ۱۸۴۶ء کے قریب پیدا ہوئے تھے۔ سکھوں کی حکومت عملاً ختم ہو رہی تھی۔ برائے نام ابھی تک دربار لاہور کے نام سے سلطنت سکھوں ہی کی تھی ۱۸۴۶ء کے آخر ہونے تک ایک معاہدہ کی رو سے حکومت پنجاب سکھوں کے قبضہ سے عملاً نکل چکی تھی ایک ریزیڈنٹ کا تقرر ہو گیا تھا۔ گویا یوں کہنا چاہیئے کہ بابا قطب الدین صاحب سکھ حکومت کے آخری اور انگریزی حکومت کے ابتدائی ایام میں پیدا ہوئے اسوقت ملک کی جو حالت تھی اسپر مجھے تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

ابتدائی تعلیم و تربیت

اسوقت تعلیم عام تو تھی ہی نہیں۔ اور نہ اس کے لئے کوئی باضابطہ انتظام تھا۔ مسلمان بچے علی العموم اپنے گاؤں کی مسجدوں میں ملاجی سے قاعدہ بغدادی اور قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ اور جن کو کچھ زیادہ موقع اور فرصت مل جاتی یا حالات موافق ہوتے وہ فارسی کی بعض ابتدائی درسی کتابیں پڑھ لیتے مسلمان بچوں کا یہ نصاب تعلیم بہت ہی عمدہ تھا۔ اور اس سے ان کی تربیت میں بڑی مدد ملتی تھی۔ ان کا مدرسہ مسجد ہوتی تھی۔ اور اس میں رہنے کی وجہ سے نمازوں کے ساتھ ایک دلچسپی ان میں شروع ہی سے پیدا ہونے لگتی تھی۔ وہ طہارت کے اصولوں سے واقف ہوتے۔ اور قرآن مجید کا ادب و احترام ان کے دلوں میں پیدا ہو جاتا تھا۔

بابا قطب الدین ایک زمیندار کے گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ بچپن کی ابتدائی منزلیں طے کرتے ہوئے وہ اپنے زمینداری کے مشاغل میں قدرتی طور پر دلچسپی لیتے تھے۔ مگر ان کی طبیعت میں دینی امور کی طرف رجحان بھی تھا۔ اس لئے جب وہ دس گیارہ سال کی عمر سے نکل رہے تھے تو ان کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور انھوں نے زمانہ کے دستور کے موافق قاعدہ بغدادی شروع کیا۔ اور پھر قرآن مجید ختم کیا۔ اسکے بعد وہ اپنے زمینداری مشاغل میں بھی شریک ہوتے تھے۔ اور سلسلہ تعلیم بھی شروع تھا چنانچہ قریب بلوغ انھوں نے فارسی شروع کی۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ جب میں پندنامہ شیخ عطار پڑھتا تھا۔ اسوقت میری عمر بائیس سال کے قریب ہوگی۔ اگرچہ وہ بالغ ہو چکے تھے اور ایک زمیندار اور نوجوان کی حیثیت سے خوب توانا و تندرست تھے۔ مگر اس عمر میں خدا تعالے کے فضل و رحم سے وہ ایک نیک نفس نوجوان تھے۔ اور ان کی توجہ زیادہ تر نماز روزہ اور دوسری ضروریات دین کی طرف تھی۔ زمانہ کے عرفی دستور کے موافق وہ مروجہ وظائف بھی پڑھتے تھے۔ اور ان کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کوئی پیر اختیار کریں۔ اس طرح پر دینداری اور خدا ترسی کا ایک جذبہ عمر کے ساتھ ساتھ ان میں بڑھتا جاتا تھا۔ جس نے بالآخر ان کو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ اور انھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کر لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کس طرح قبول کیا اور آپ تک کسطرح پہونچے۔ بہتر ہے یہ داستان خود ان کی اپنی زبان سے سنیئے۔ جو انھوں نے قسم کھا کر بیان کی ہے:-

بابا قطب الدین کی کہانی انکی اپنی زبانی

"جب میری عمر ۲۰-۲۲ برس کی تھی۔ جبکہ کتاب شیخ عطار پڑھا کرتا تھا۔ تو مرشد پکڑنے کا مجھ کو بڑا شوق دامن گیر ہوا۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعائیں مانگتا تھا کہ اے اللہ میری دلی خواہش ہے کہ مجھے کوئی کامل مرشد عطا فرما۔ اور ہزار ہزار شکر ہے کہ اس رحیم و کریم اللہ تعالیٰ نے میرے اس درد بھرے دل کی دعا کو درجہ قبولیت عطا فرمایا اور مجھے رویا میں ایک شکل دکھائی گئی کہ یہ شخص مرشد کامل ہے اس کے پاس جاؤ وہ تمھیں سیالکوٹ میں ملے گا۔ جب میں نے یہ رویا دیکھی تو مجھے بڑی خوشی اور مسرت حاصل ہوئی۔ اور دل میں بیحد طمانیت پیدا ہو گئی کہ اب مجھے ضرور کوئی کامل مرشد پیدا ہو جائے گا۔ اسی امنگ پر تلاش میں برابر لگا رہا۔ اور بہت دفعہ سیالکوٹ کے لوگوں سے بھی دریافت کرتا رہا۔ کہ اس شکل و شباہت کا کوئی بزرگ سیالکوٹ یا نواح سیالکوٹ میں ہو تو مجھے مطلع کرو۔ مگر افسوس کوئی پتہ نہ چلا۔ بعض دفعہ میری یہ کیفیت ہو گئی کہ جب مجھے سیالکوٹ سے اس شکل و شباہت کے انسان کا نشان نہ ملا تو ایک قسم کی مایوسی سی پیدا ہو گئی۔ اور یہ خیال بندھ گیا کہ شاید میری خواب ایک خیال ہی ہو۔ اور شاید اس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔ غرض اس حیص بیص میں کئی سال گزر گئے۔ پھر جب میں ۲۵ برس کی عمر کا ہوا۔ تو میں حج بیت اللہ کو چلا گیا۔ وہاں بھی رو رو کر دعائیں کیں۔ اور تلاش کرتا رہا اور شاید اس صورت و شکل کا بزرگ یہاں کہیں مل جائے۔ مگر افسوس کہ نہ ملا۔ جب میں بیت اللہ سے واپس آیا۔ تو لاہور میں سے گذر ہوا اور وہاں میں نے چرچا سنا کہ قادیان میں ایک بزرگ پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے مسیح ہونے کا دعوٰی کیا ہے۔ دل نے گواہی دی کہ شاید یہی بزرگ ہونگے۔ جن کی اطلاع دی گئی ہے اور جن کی صورت و شکل رویا میں دکھائی گئی ہے۔ لیکن چونکہ مجھے حکم ہو چکا تھا کہ مرشد کامل مطلوبہ سیالکوٹ میں ملے گا۔ اس لئے قادیان جانے کی جرأت نہ کی۔ اور خاموش ہو کر گھر کو چلا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جہلم میں بھی انکا چرچا ہونے لگا۔

ایک روز میں اپنے گاؤں کوٹ فقیر سے جہلم میں آیا تو ایک شخص نے اطلاع دی کہ حضرت مرزا صاحب کل سیالکوٹ آگئے ہیں۔ میں یہ سن کر بے اختیار ہو گیا۔ اور گھر جا کر چلنے کی تیاری کی۔ چچا صاحب جو ایک موحد آدمی تھے کہا کہ اول استخارہ کر لو۔ کیونکہ استخارہ کرنا سنت ہے۔ بموجب ارشاد چچا صاحب میں نے اس سنت کو ادا کیا۔ اور رو رو کر دعائیں کیں۔ کہ اگر یہی شخص ہے۔ جس کی تو نے مجھے پہلے اطلاع دی ہے تو مجھے مطلع فرما۔ تاکہ میں کسی غلطی میں نہ پڑ جاؤں۔ جب میں رات کو سو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پھر ان کی شکل رویا میں دکھائی۔ مگر پہلی مرتبہ کی نسبت قدرے فرق تھا۔ اور وہ کیا تھا صرف اتنا فرق تھا کہ شکل تو ہو بہو وہی ہے مگر صرف بالوں میں کچھ فرق ہے۔ پہلے سیاہ بال دکھائے گئے تھے۔ اور اب سیاہ لال حنائی نظر آئے۔ اور یہ بھی اس میں کہا گیا کہ یہ شخص بالکل سچا اور راستباز ہے۔ ایک شوشہ بھی قرآن شریف اور حدیث کے خلاف نہیں کرتا۔

جب مجھ پر رویا میں یہ حالت ظاہر کی گئی تو میں بے اختیار چیخیں مار مار کر رو دیا۔ اور فوراً سیالکوٹ جانے کی

تیاری کر دی اور سواری کی پروا نہ کی اور پیدل ہی روانہ ہو پڑا جب سیالکوٹ پہنچا تو مجھے رستہ میں ایک لڑکا ملا۔ اُس سے میں نے حضرت مرزا صاحب کے ٹھہرنے کا مقام پوچھا وہ مجھے بازار سے لے جا کر ایک گلی میں لے گیا۔ جوں ہی میں گلی میں وارد ہوا۔ تو وہی نظارہ پیش آ گیا۔ جو رویا میں دیکھا تھا۔ یعنی جس طرح وہ گلی اور مکانات رویا میں دکھائے گئے تھے۔ اُن کو ہوبہو اسی طرح پایا۔ جب مسجد میر حسام الدین کے پاس پہنچا تو مسجد بھی وہی مسجد نظر آئی جو خواب میں دکھائی گئی تھی۔ جہاں حضرت مرزا صاحب کی ملاقات رویا میں ہوئی تھی۔ وہ لڑکا مجھے اسی مسجد میں لے گیا۔ میں جب مسجد میں داخل ہوا تو جاتے ہی حضرت اقدس کو رویا کے عین مطابق پا کر بے اختیار چیخیں مار کر اُن کے قدموں پر گر پڑا اور مشرف بہ بیعت ہوا۔

باقی آئندہ

میں کس طرح احمدی ہوا؟

مندرجہ بالا عنوان سے ایک جدید باب الحکم میں قائم کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ میں اسے قائم رکھ سکوں۔ میری غرض اس سے یہ ہے کہ مختلف خیال اور مختلف مذاق کے لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ اور انکے قبول احمدیت کے مختلف اسباب اور وجوہ ہیں کیا عجب کہ ان حالات کو پڑھ کر اسی مذاق اور خیال کے ان لوگوں کو جو ابھی تک احمدیت میں داخل نہیں ہوئے ہیں اس سلسلہ میں شمولیت کی توفیق مل جاوے۔ علاوہ بریں ہر شخص جو احمدیت میں داخل ہوا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک ناطق نشان ہے اور اسطرح پر میں چاہتا ہوں کہ ان آیات ناطقہ کا ایک مجموعہ جمع ہو جاوے اگرچہ صحابہ مسیح موعود علیہ السلام کے جو حالات الحکم میں آ رہے ہیں۔ ان میں بھی اس مضمون پر روشنی پڑتی رہتی ہے۔ لیکن اس جداگانہ عنوان کے نیچے احباب قبول احمدیت کے مختصر اسباب کو خود دیکھیں گے تو یہ

بہت موثر ہوں گے

اور ان شاہدین صداقت کے بیانات ایک حجت بینہ کا کام دیں گے۔ اس سلسلہ کی اشاعت کے لئے میں کسی تاریخی ترتیب کو مدنظر نہیں رکھوں گا۔ بلکہ جیسے جیسے حالات ملتے جائینگے میں انھیں شائع کرتا رہوں گا وباللہ التوفیق

اُن احباب کو جو اپنے وجوہ قبولیت احمدیت لکھنا چاہیں میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اختصار کو مدنظر رکھیں۔ اسلئے کہ اس غرض کے لئے الحکم کا صرف ایک ہی صفحہ مخصوص رہے گا۔ میں چاہتا تو یہ بھی ہوں کہ یہ حصہ مصور ہو جاوے۔ لیکن یہ میرے بس کی بات نہیں۔ وہ اپنے پہلے دور میں بھی بالکل بے سروسامانی کی حالت میں جاری ہوا تھا۔ اور اس دور جدید میں یہ چیز اس کے شامل حال ہے۔ اسلئے جو احباب چاہتے ہوں کہ ان کے فوٹو بھی شائع ہو جائیں تو انھیں اس کے اخراجات خود برداشت کرنے ہونگے اگر تھوڑے سے خرچ پر صلحاء کی جماعت کی یہ یادگار قائم ہو جائے تو یہ کوئی بڑی قربانی نہیں۔ ایسے دوست اپنے فوٹو بھیجدیں۔ پھر ان کے بلاک وغیرہ کے اخراجات کا تخمینہ اُن کو بھیجدیا جاوے گا۔ اگر وہ ان کے اخراجات بھیجدیں گے تو فوراً الحکم میں ان کے حالات مع تصویر بھی شائع ہو سکیں گی۔ ورنہ ان کا فوٹو محفوظ رہے گا۔ اور جب اللہ تعالیٰ ادارہ الحکم کو اس قابل بنا دے گا کہ وہ اپنے خرچ پر اسی کو شائع کر دے تو اس سے بڑھ کر اسے خوشی نہ ہوگی

اس باب کا افتتاح میں

سیٹھ اسمٰعیل آدم تاجر بمبئی

کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اسلئے کہ ان کے نام کے دونوں اجزا بہت مبارک ہیں۔ اور یوں بھی وہ جماعت بمبئی کے آدم ہیں۔ سیٹھ اسمٰعیل آدم کا تذکرہ میں صحابہ مسیح موعود علیہ السلام کے باب میں کسی دوسرے وقت لکھونگا انشاء اللہ العزیز اور اس میں اُن کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر انشاء اللہ العزیز بحث کروں گا۔ سردست میں ان کے احمدی ہونے کے حالات کو درج کرتا ہوں اور یہ میرے الفاظ میں نہیں بلکہ خود ان کے الفاظ میں ہے اُمید ہے احباب اسے دلچسپی سے پڑھیں گے۔ میں نے الحکم میں ان کے متعلق دعا کے لئے بھی تحریک کی تھی پھر بھی تحریک کرتا ہوں کہ ان کے لئے باقاعدہ دعا کی جاوے

(عرفانی)

(سیٹھ) اسمٰعیل آدم ساکن بمبئی کا اپنا بیان

میں ۱۸۹۳ء میں پنجاب کے اردو اخبارات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف مضامین دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ کہ یہ صاحب مدعی مہدویت و مسیحیت کون ہیں۔ ان کی تعلیم کیا ہے۔ انکا دعویٰ کیا ہے کہ سچ مچ وہ مہدی آخرالزمان اور مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یا اخبارات محض دشمنی سے ایسے مضامین لکھ رہے ہیں۔ پہلے میں نے زبانی طور پر اپنے حلقہ احباب میں تحقیق و تفتیش کی۔ مگر پھر خیال کیا کہ زبانی باتوں سے تسلی نہیں ہوگی۔ بہتر ہے کہ ان کی تصنیفات دیکھوں۔ اسلئے براہین احمدیہ سے لے کر آئینہ کمالات اسلام تک کی تمام تصنیفات بذریعہ وی پی منگوا کر پڑھیں۔ لیکن ان کتابوں کے پڑھنے میں سستی اور غفلت کی وجہ سے ڈیڑھ دو سال کا عرصہ گزر گیا۔ آخر دل نے گواہی دی کہ یہ شخص سچا ہے۔

اس کے بعد اپنی قوم کچھی میمن کے ایک پیشوا جن کے سلسلہ بیعت میں میرے والد صاحب اور میرے دوسرے بزرگ رشتہ دار بھی منسلک تھے۔ علاوہ اس کے کچھ کاٹھیاواڑ۔ سندھ۔ بمبئی وغیرہ کے دوسرے مسلمان بھی قریب دو لاکھ اشخاص ان کے مرید تھے اور میں بھی اپنی پندرہ سولہ سالہ عمر میں ان کو مل چکا تھا۔ وہ بمبئی میں ہر سال قریباً آیا کرتے تھے۔ اور پیر سائیں جھنڈے والے کے نام سے مشہور تھے۔ ۱۸۹۸ء کے آخر یا ۱۸۹۹ء کے اوائل میں ایک خط بزبان فارسی ان کو لکھا کہ:-

"ہم تو دنیا دار ہیں۔ اور روحانی آنکھوں سے اندھے ہیں۔ اور آپ لاکھوں انسانوں کے پیشوا اور رہنما ہیں۔ صاحب بصیرت ہیں۔ لہٰذا آپ حلفاً جواب دیں کہ یہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مہدویت و مسیحیت اپنے دعوے میں صادق ہیں یا کاذب؟ اگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور وہ سچے ہیں اور ہم ہدایت سے محروم ہو گئے۔ تو آپ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کے ذمہ دار ہیں۔ اور اگر وہ جھوٹے ہیں اور ہم نے نادانی سے اُن کو مان لیا۔ تو ہماری گمراہی کا وبال بھی آپ کی گردن پر ہے"

اس کا جواب بصد القاب و آداب سوال متفسر کے بارے اُنھوں نے مجھے لکھا کہ:-

شہادت اول

ہمارے سلسلہ کا دستور ہے کہ مابین نماز مغرب و عشا ہم اپنے مریدوں کے ساتھ حلقہ کر کے ذکر اللہ کیا کرتے ہیں۔ ایک روز اس حلقہ میں بحالت کشف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ تو ہم نے آپ سے سوال کیا کہ یا حضرت یہ شخص مرزا غلام احمد کون ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ:-

"از ماست"

شہادت دوم

ہمارے خاندان کا وطیرہ ہے کہ بعد نماز عشا ہم کسی سے کلام نہیں کرتے اور سو جاتے ہیں۔ یہی سنت رسول ہے۔ ایکدن خواب میں ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ تو ہم نے سوال کیا کہ حضور مولویوں نے اس شخص پر کفر کے فتوے لگا دیئے ہیں اور اس کو جھٹلاتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا

"در عشق ما دیوانہ شدہ است"

شہادت سوم

ہمارا سلسلہ اور خاندان تہجد گذار ہے اس لئے ہم روزانہ رات کو ۳ بجے کے بعد اُٹھتے ہیں۔ اور بعد از نماز تہجد کروٹ پر لیٹے رہتے ہیں۔ اور اسی وضو سے صبح کی نماز پڑھتے ہیں کہ یہ بھی سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ایکدن اسی کروٹ لیٹنے کی حالت میں غنودگی طاری ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ اسوقت ہماری حالت غنید اور بیداری کے درمیان تھی۔ تو ہم نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ اب تو سارا ہندوستان بھر عرب کے علماء نے بھی کفر کے فتوے دے دیئے۔ تو آپنے بڑے جلال میں تین بار دہرا کر فرمایا

"ھو صادق۔ ھو صادق۔ ھو صادق"

یہ ہے سچی گواہی جو ہمارے پاس ہے۔ ہم آپ کی قسم سے سبکدوش ہو گئے ماننا نہ ماننا آپ کا کام ہے۔

راقم رشید الدین پیر صاحب العلم

اس کے بعد جولائی یا اگست ۱۸۹۹ء میں میں نے حضرت اقدس کی تحریری بیعت کر لی۔

خاکسار اسمٰعیل آدم
از بمبئی

مکتوبات صافی

ذیل میں ایک نہایت اہم اور تاریخی مکتوب درج کیا جاتا ہے۔ جو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد سے مولوی عبدالرحمٰن صاحب عرف محی الدین لکھو والے کو لکھا تھا۔ یہ مکتوب ۱۷ر اگست ۱۸۹۴ء کو لکھا تھا۔ گویا اسپر قریباً چالیس سال گذرتے ہیں۔ اس مکتوب کا کوئی جواب محی الدین صاحب نے نہیں دیا تھا۔ اس لحاظ سے کہ یہ مکتوب حضرت اقدس ہی کے ارشاد سے اور من وجہ حضرت ہی کی طرف سے لکھا گیا تھا۔ حضرت کے مکتوبات کے ذیل میں بھی آسکتا ہے۔ لیکن حضرت مولانا عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ نے اس مکتوب کو ایسے رنگ میں لکھا کہ یہ ان کی ہی طرف سے اتمام حجت ہے۔ میں نے اس کو **مکتوبات صافی** کے ذیل میں دے دیا ہے۔ احباب غور سے پڑھیں۔ انھیں معلوم ہوگا کہ سابقون الاولون کی یہ جماعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کے **دعاوی** پر کیسا غیر متزلزل ایمان رکھتی تھی اور کس قوت کے ساتھ غیرت دلانے والے الفاظ میں مخالفین کو عبرت دیتے تھے۔ (عرفانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد سلامٌ علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ آپ کا کارڈ وصول ہوا سراج الخلافة کے مقابلہ کی میعاد کی نسبت حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ آپ جس قدر چاہیں اس کی توسیع ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ان کو کامل وثوق ہے۔ اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ سے وہ مکرر الہام پا چکے ہیں کہ کوئی ان کا مخالف اس کے مثل لانے سے عہدہ برآ نہ ہو سکے گا۔ کاش اسوقت جو ایک عالم میں نزاع عظیم اور تشاجر عمیم واقع ہو رہا ہے۔ آپ جو بڑے ملہم اور مستجاب الدعوات کرکے مشہور ہیں۔ نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ تمام دنیا پر بڑا بھاری احسان کریں کہ سراج الخلافة کا مقابلہ کرکے حضرت مرزا صاحب کے اس الہام کو ہی جھوٹا ثابت کریں۔ صرف اسی کی تکذیب پر جو آپکے نزدیک کوئی معتبر امر نہیں۔ جناب مرزا صاحب اپنے باقی تمام بڑے اور عظیم دعاوی اور متین دلائل اور مبرہن ثبوت چھوڑ دینے پر طوعاً راضی ہیں۔ سو اگر آپ دینی غیرت اور صوفیانہ حمیت کو کام میں لا کر اس مقابلہ اور مقاومہ کے متکفل ہو جائیں اور کافہ اہل اسلام کو عموماً اور مولویوں۔ صوفیوں اور ملہموں کو خصوصاً اس داغ رسوائی اور فضیحت وتشویر سے مخلصی دلائیں۔ تو آپکا یہ کارنامہ صفحات دہر پر ہمیشہ کے لئے یادگار رہ جائیگا اسلئے کہ حضرت مرزا صاحب نے سخت سے سخت غیرت دلانے والے الفاظ اور خطرناک تحدی آمیز دعووں سے آپکے نظراء علماء وفقراء پر بدرجہ حجت تمام کی ہے وہ کسی صورت اور کسی رنگ میں فصاحت وبلاغت کا باب ہو یا تحریر دقائق وحقائق تفاسیر قرآن شریف کا یا استجابت دعوات کا ہر باب میں اللہ تعالیٰ حضرت مرزا صاحب کا ناصر ومربی ہے۔ اور دوسرے تمام صوفی ملہم۔ درویش۔ محدث۔ فقیہ۔ مقلد۔ غیر مقلد مخذول ومطرود ہیں۔ اور کوئی ان کا مولا نہیں چنانچہ اس غرض سے فصیحانہ آسمانی اور دیگر متعدد کتابیں عربی زبان میں لکھیں۔ اور ہر پہلو سے اپنے منکروں کو ملزم اور ساکت کیا۔ اسوقت کیا آپ پر یہ واجب الاداء دین نہیں ہے۔ کہ آپ اپنے دعوے ملہمیت کی قوت واستظہار سے اپنے تئیں تمام ہندیوں۔ پنجابیوں اور غزنویوں کی طرف سے فدیہ ادا کرنے والا ثابت کریں۔ مولوی صاحب قسم بخدا لایزال آپکے علماء اور آپکے ملہمین مخذول ومہجور ٹھیر گئے ہیں۔ اور اسوقت سب آپکے منہ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ کہ آپ کب اس خوفناک دھبے کو دھونے کے لئے مرد میدان بن کر نکلتے ہیں۔

(۲) آپ لکھتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی نسبت آپ کو الہام ہوا ان فرعون وھامان اور اسی رنگ کے بعض الہامات ابتدائی وقتوں میں بھی آپنے بعض لوگوں کو لکھے ہیں۔ افسوس اگر آپ تقویٰ وطہارت کو مدنظر رکھ کر غور کریں۔ آپ پر کھل جائے۔ یہ سب الہامات ابتلا کے رنگ میں خود آپ اور آپ کے ستوں پر الٹ کر پڑے ہیں اسلئے حضرت مرزا صاحب اور ان کا قلیل گروہ تو اسوقت مستضعفین کی ایک جماعت ہے۔ جو ہر طرح کے استہزاء لعن وطعن اور تکفیر وتحقیر کا نشانہ بن رہے ہیں۔ اور فرعون وہامان ان کے مخالفین ہیں۔ جو رعونت نخوت اور تکبر سے انھیں استیصال وہلاکت کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اور درحقیقت اب تک فرعونی تعلی اور استغنا کا کوئی دقیقہ تو اٹھا نہیں رکھا۔ چنانچہ ان سب کے استاد نے اس مصری متکبر کا وہ فقرہ جو اس نے تھوڑا عرصہ ہوا اپنے رسالہ اشاعة السنہ میں لکھا تھا۔ اس کے قدیمی مصری بزرگ کو بھی پیچھے ڈالتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم ہی نے اس کو (مرزا صاحب کو) اونچا کیا تھا۔ اور ہم ہی اس کو نیچے گرائیں گے"۔

اور درحقیقت جو لوگ مبعوث ومامور ہو کر دنیا میں آتے ہیں۔ وہ تو ہمیشہ حسب عادة اللہ جناب موسیٰ وہارون علیہ السلام کی طرح ضعیفوں اور متروکوں کے رنگ میں آتے ہیں۔ فرعون وہامان کا لقب ہمیشہ سے ان کے مخالفوں کو ملتا رہا ہے۔ افسوس آپنے کبھی اس امر میں غور نہ کی۔ کہ جس قدر الہامات آپ کو اس بارہ میں ہو چکے ہیں سب محتمل المعانی ہیں۔ شائد وہ آپ کے لئے باریک ابتلاء وامتحان کے رنگ میں ہوں۔ کیونکہ کبھی آپ کے الہام رساں نے حضرت مرزا صاحب کا نام لے کر تو آپ کو الہام نہیں کیا۔ اور جیسا کہ اب تک آپ کی تحریر شدہ الہاموں سے ظاہر ہے۔ مرزا صاحب کے نام کو فقرۂ الہام میں داخل کرکے تو آپ کو الہام نہیں دیا گیا۔ اور میں اسوقت یہ بڑی بھاری اطلاع اسی کو دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب بڑے زور سے دعوے کرکے کہتے ہیں کہ ان کا نام لے کر یا ان کے نام کی طرف اشارہ کرکے ہرگز ہرگز آپ کو الہام نہ بخشا جائیگا۔ اور اگر آپ ایسے کرینگے تو آپ مفتری اور مقتول ٹھیرینگے۔ اور بہت جلد آپ کا وہ تدارک ہوگا۔ جو کاذبوں اور مفتریوں کا ہوا کرتا ہے۔

لیجئے ایک اور فیصلہ کی راہ نکل آئی۔ اور آسانی سے قضیہ پاک ہو گیا۔ اب آپ کو قسم ہے اللہ جل شانہ کی جو آپ اس طرف توجہ نہ کریں۔ اگر آپ صادق ملہم ہیں تو دنیائے اسلام کو اپنی صداقت دکھلائیں اور ایک عالم کو فتن محیط سے نجات دلائیں۔ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ آج سے ۱۳ برس پہلے براہین احمدیہ میں حضرت مرزا صاحب نے کئی ایک ایسے الہامات مشتہر کئے جن سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا موسیٰ اور ان کے مخالفین کا نام فرعون وہامان رکھا چنانچہ لکھا ہے۔ کہ انت منی بمنزلة موسیٰ ونری فرعون وھامان وجنودھما ما کانوا یحذرون پھر آئینہ کمالات اسلام میں آپ کا یہ الہام درج ہے کہ کوئی فرعونی آپ کی نسبت کہتا ہے ذرونی اقتل موسیٰ پھر تحفہ بغداد صفحہ ۲۱ میں آپ کا یہ الہام درج ہے انت منھم بمنزلة موسیٰ فاصبر علیٰ جور الجاہلین اب آپ خدا کے لئے غور کریں کہ یہ سب الہامات آپکے الہامات سے بہت پہلے مشتہر ہو چکے ہیں۔ اس سے کس کا موسیٰ اور کس کا فرعون ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے الہامات اور کلام میں تضاد اور تناقض جائز ہے۔ اور کیا وہ اپنی مرضی سے چاہتا ہے کہ حق وباطل کو ملتبس اور مختلط کر دے کہ ایک طرف تو برسوں پہلے حضرت مرزا صاحب کو جناب موسیٰ کے نام اور ان کے لوازمات سے موسوم وموصوف کرے۔ اور دوسری طرف آپ کو انگیخت کرے کہ تم انھیں فرعون وہامان کا خطاب دو۔

درحقیقت موسیٰ وہی ہے جسے برسوں ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خلعت اصطفا سے مشرف فرمایا۔ اب ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عطا کردہ عہدہ سے پشیمان ہو کر اور اس سے اسے معزول کرکر پھر ایک ناعاقبت اندیش جلد باز کی طرح اسی کو فرعون وہامان کہنے لگ جائے۔ اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ فرعون وہامان اس موسیٰ کے اعداء ومنکر ہیں۔ جو اسوقت تمام فرعونی حیل اور مکاید۔ جنود۔ مجندہ کی امداد سے اس ضعیف و

تعلیل جماعت کے نیست ونابود کرنے کے در پے ہو رہے ہیں اور زور دور سے دعوے کرتے ہیں کہ بہت جلد ان ضعفا کو معدوم کردیں گے۔ افسوس برادرانِ احمدیہ کے تمام مختلف الہامات کو مجموعی نظر سے مطالعہ کرتے تو یقیناً آپ پر واضح ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت مرزا صاحب ان تمام اوصاف و محامد کے پورے مستحق اور متوجب ہیں جن کا اب انھوں نے نہ مجدداً بلکہ برنگ دیگر دعویٰ کیا ہے اور آپ کانپ اٹھتے اور آپ کا دل دہل جاتا۔ ایسے ناسزا فتاوے کے لگانے سے جو آپ ان کی نسبت لگا رہے ہیں۔ اور ایسے ناپاک ناموں کو ان کی طرف منسوب کرنے سے جو بڑی جسارت سے آپ اُن پر اطلاق کر رہے ہیں۔ مگر رونا تو اُسی بات کا ہے کہ ہاتھ تو آپ ایسے خطرناک اور زہرگداز کام میں ڈالدیں۔ اور بڑی جرأت سے اُسے ڈال دیں۔ مگر ایک متقی عفت شعار کی طرح یہ نہ سوچیں کہ حضرت مرزا صاحب کی تصانیف جدیدہ و قدیمہ کو بھی ایک دفعہ بنظر غور دیکھ لیں

مولوی صاحب۔ صوفی صاحب۔ ملہم صاحب! معاملہ دین و ایمان کا ہے۔ بازیچہ طفلاں نہیں ہے۔ جو کچھ منہ میں آئے بے ساختہ منہ سے کہہ دیا جائے۔ ہر ایک شخص اپنی منہ کی باتوں سے پکڑا جائے گا۔ مسلمانوں کا کثیر گروہ اس طرف بھی روز بروز متوجہ ہو رہا ہے۔ بنگال۔ مدراس بمبئی۔ برہما۔ سنگاپور اور رنگون اور بنگلور اور پنجاب مصر مدینہ منورہ۔ مکہ معظمہ۔ طائف طرابلس الشام سے صدہا خداترس مسلمان بے تابانہ شوق سے اس سلسلہ عالیہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور جو جس کی نصرت و وسعت اختیار میں ہے۔ مال سے۔ جان سے۔ قلم سے اس کارخانہ کی تقویت و اشاعت میں خرچ کر رہا ہے۔

ہزاروں روپیوں کا ماہانہ و سالانہ خرچ ان ہی جاں نثاروں اور عشاق کی امداد کی بنا پر چل رہا ہے۔ اور دوسری طرف ایک گروہ جس کی چشم بد دور آپ قابل فخر سرغنہ ہیں۔ جو اس تمام گروہ پر خلود فی النار کا فتویٰ لگاتا ہے۔ اور خود حضرت مرزا صاحب بھی کتاب تبلیغ میں فرماتے ہیں۔ کہ میں لوگوں کے سامنے دو چیزیں پیش کرتا ہوں ایک لعنت اور دوسری برکت۔ لعنت ان لوگوں کے لئے جو سوء ظن اور عجلت کی راہ سے میرا انکار کریں اور تکفیر و تذلیل کا قصد کریں۔ اور برکت اُن کے لئے جو میری پیروی کریں۔ ان حیرت انگیز امور کو دیکھ کر اور ان جانفزا تہدیدات کو سن کر ایک خداترس طالب حق کا فرض ہے۔ کہ ان معاملات میں بڑے ٹھنڈے دل سے غور کرے۔ نہ یہ کہ جلد بازی اور بے اتفاقی سے بالکل ٹال ہی دے۔ یا اناپ شناپ جو کچھ منہ میں آئے کہدے۔

آپ کا فرض ہے۔ اور قسم ہے آپ کو اللہ تعالیٰ کی جو آپ اس فرض کو ادا نہ کریں کہ آپ خلقت کو کو اگر یہ لعنت ہے تو اس سے بچانے کی کوشش نہ کریں اور اگر یہ برکت ہے تو خود بھی اس سے برکت ڈھونڈیں اور دوسروں کو بھی اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ مند کرنے کی کوشش کریں۔

اخیر میں میں چاہتا ہوں کہ کچھ الہامات حضرت مرزا صاحب کو کرنے سے اس کا کیا مطلب ہے۔ یا اقلاً یہ کہ آیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں یا نہیں:۔

(۱) انی سا وتیک برکۃ واجلی انوارھا حتی یتبرک بثیابک الملوک والسلاطین

(۲) یا احمد بارک اللہ فیک مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ لتنذر قوماً ما انذر آباءھم ولتستبین سبیل المجرمین

(۳) قل ان افتریتہ فعلی اجرامی ویمکرون و یمکر اللہ واللہ خیر الماکرین

(۴) ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علے الدین کلہ لا مبدل لکلمات اللہ یا احمدی انت مرادی و معی غرست کرامتک بیدی

(۵) الحمد للہ الذی جعلک المسیح ابن مریم قل ھذا فضل ربی وانی اجرد نفسی من ضروب الخطاب وانی احد من المسلمین

(۶) نرید ان ننزل علیک آیات من السماء و نمزق الاعداء کل ممزق حکم اللہ الرحمٰن لخلیفۃ اللہ السلطان۔

(۷) فتوکل علی اللہ واصنع الفلک باعیننا ووحینا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم

(۸) شانک عجیب و اجرک قریب و معک جند السمٰوٰت والارضین

(۹) انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی فحان ان تعان وتعرف بین الناس

(۱۰) انت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی وانت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق

(۱۱) یا عبد القادر انی معک اسمع واریٰ غرست لک بیدی رحمتی وقدرتی وانک الیوم مکین امین فقبل اللہ عبدہٗ وبرءہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیھا ولنجعلہ آیت للناس ورحمۃ

(۱۲) منا ولنعطینہ مجداً من الدنیا وکذالک نجزی المحسنین

(۱۳) انت معی وانا معک سرک سری لا تخاط اسرار الاولیاء انک علی حق المبین۔

غرض اس قسم کے سیکڑوں الہامات ہیں۔ جو اس امام زمان کی جلالت شان اور قبولیت عظمیٰ پر حضرت باری عز اسمہٗ کی جناب میں دلالت کرتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان پر غور کرینگے اور ایک فیصلہ کرنے والی کارروائی کرنے پر صدق دل سے آمادہ ہوں گے

میں ہوں آپ کے جواب کا منتظر

عاجز عبد الکریم

از قادیان ۱۴ راگست ۱۸۹۴ء

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک اور دعا درج کرتا ہوں۔ میں نے جب اس باب کو الحکم میں شروع کیا تھا۔ تو قارئین کرام کو توجہ دلائی تھی کہ وہ ان دعاؤں کے آئینہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ کو پڑھیں۔ میں انشاء اللہ ہر قسم کی دعاؤں کو جمع کرنے کے بعد ان پر ایک تبصرہ لکھنے کا عزم رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے آمین۔ (عرفانی)

اے میرے خدا! میری فریاد کو سن کہ میں اکیلا ہوں۔ اے میری پناہ! اے میری سپر! میری طرف متوجہ ہو کہ میں چھوڑا گیا ہوں۔ اے میرے پیارے۔ اے میرے سب سے زیادہ پیارے مجھے اکیلا مت چھوڑ۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تیری درگاہ پر میری روح سجدہ میں ہے

(۲)

اے رب العلمین! میں تیرے احسانوں کا شکر ادا نہیں کرسکتا۔ تو نہایت ہی رحیم و کریم ہے تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے دل میں اپنی خاص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو۔ میری پردہ پوشی فرما۔ اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جائے۔ میں تیرے وجہ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو رحم فرما ــــ رحم فرما ــــ رحم فرما دنیا و آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا۔ کیونکہ سب فضل و کرم تیرے ہاتھ میں ہیں۔

آمین ثم آمین

ہوتے آپ کی خدمت میں عرض کردوں۔ اور اس سے میری غرض یہ ہے کہ آپ خائف و متقی دل لے کر ان پر غور کریں اور اپنے ملہم سے دریافت کریں کہ ایسے الہامات حضرت مرزا صاحب کو

لائل پور کے تاریخی اور شاندار جلسے کے حالات

نمبر ۳

(۱۳)

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور مسجد کے محراب میں جا کر کھڑے ہو گئے بعض احباب نے درخواست کی کہ آپ تشریف رکھیں آپ نے فرمایا کہ جب تک میں دو رکعت نہیں پڑھ لیتا کھڑا رہوں گا۔ اسوقت کا نظارہ قابل دید تھا۔ مصور کا مرقع اور جرنلسٹ کا قلم اس کی صحیح تصویر پیش نہیں کر سکتا۔ حضرت پر ایک قسم کی ربودگی تھی۔ اور چہرہ پر خاص کیفیت اور حجاب رہی تھی۔ آپ اس منظر کو دیکھ کر حمد الٰہی میں مصروف تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ دعاؤں میں لگے ہوئے ہیں۔ بالآخر جب سب احباب وضو کر کے آ گئے اور صفوف درست ہو گئیں تو آپ نے دو رکعت نفل جہری قرأت کے ساتھ پڑھائے پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کی ہر آیت کا تین مرتبہ تکرار کیا۔ اور ہر مرتبہ آپ کی آواز میں ایک خاص قسم کا جوش۔ اور آواز میں ایک ایسا جذب تھا جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے ہر بن مو سے خدا تعالٰے کی حمد کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ جب سورۃ فاتحہ کی دعا کی آیات آتیں تو طبیعت میں اس قدر سوز اور گداز تھا کہ اس کا اثر تمام مقتدیوں پر پڑا۔ کوئی سنگدل سے سنگدل انسان بھی ایسا نہ ہوگا۔ آج جس کی چیخیں نہ نکل گئی ہوں۔ میں نے اپنی عمر میں عہد خلافت ثانیہ میں اس قسم کا منظر پہلی مرتبہ دیکھا۔ بارہا قلب کو آپ کی بعض تقریروں یا نمازوں میں پانی کی طرح بہتے ہوئے پایا مگر تمام مقتدیوں پر ایسا اثر ہو۔ یہ دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ

وہ قبولیت کی ساعت تھی

اور اسوقت جو دعائیں کی گئی ہیں وہ سب قبول ہوئیں جو لوگ اس نماز میں شریک تھے یقیناً وہ خوش قسمت تھے۔

(۱۴)

نماز کے بعد جماعت احمدیہ لائل پور کی طرف سے قاضی محمد نذیر صاحب مولوی فاضل نے ایڈریس پڑھا یہ ایڈریس چھاپ کر تقسیم کر دیا گیا تھا۔ قاضی صاحب پر اسوقت خود ایک کیفیت طاری تھی۔ اور وہ پیکر محویت بنے ہوئے تھے۔ حضرت کی اس موقعہ پر تشریف آوری نے ان میں اور جماعت کے قلوب میں ایک خاص رنگ پیدا کر دیا تھا۔ وہ خوشی میں پھولے نہ سماتے تھے اور سچ تو یہ ہے کہ وہ جس قدر بھی خوشی کرتے جائز تھا۔ اسلئے کہ اس بیس سال کے اندر جو خلافت ثانیہ کا زمانہ اب تک گذرا ہے۔ اس مقصد کے لئے ... لائل پور کی جماعت کو یہ سعادت حاصل ہوئی۔ کہ حضرت

خلیفۃ المسیح ثانی بہ نفس نفیس افتتاح مسجد کے لئے تشریف لے گئے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ آپ نے اس مسجد کا نام بھی

مسجد فضل تجویز فرمایا

(۱۵)

مسجد کے اس نام سے دس سال پیشتر کے واقعات میری نظر سے گذرنے لگے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۱۹۲۴ء میں لنڈن تشریف لے گئے تھے۔ اور اس کفر و شرک کے مرکز میں آپ نے

مسجد فضل کا بنیادی پتھر رکھا

اور اب اسی مسجد کے منار سے پانچ مرتبہ اللہ اکبر کی آواز بلند ہوتی ہے۔ لنڈن کی مسجد فضل پر جو پتھر آپ نے کندہ فرمایا تھا۔ میں اس کے کتبہ کو یہاں اسلئے دھراتا ہوں کہ وہ ایک تاریخی چیز ہے۔ اور وقتاً فوقتاً ان آثار اور روایات کو دہراتے رہنا قلوب میں ایک اثر اور ہماری ذمہ داریوں کی یاد دلاتا رہتا ہے۔ چونکہ وہ دنیا میں سب سے پہلی مسجد فضل ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو شائد وہ الفاظ معلوم بھی نہ ہوں۔ اسلئے میں لائل پور کی مسجد فضل کا کتبہ دینے سے پہلے اسے درج کرتا ہوں:—

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ⁂ نحمدہ ونصلے علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین

میں میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی امام جماعت احمدیہ جس کا مرکز قادیان پنجاب ہندوستان ہے خدا کی رضا کے حصول کے لئے اور اس غرض سے کہ خدا تعالٰے کا ذکر ہندوستان میں بلند ہو۔ اور انگلستان کے لوگ بھی اس برکت سے حصہ پاویں۔ جو ہمیں ملی ہے۔ آج بیس ربیع الاول ۱۳۴۳ھ کو اس مسجد کی بنیاد رکھتا ہوں۔ اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمام جماعت احمدیہ کے مردوں اور عورتوں کی اس مخلصانہ کوشش کو قبول فرمائے۔ اور اس مسجد کی آبادی کے سامان پیدا کرے۔ اور ہمیشہ کے لئے اس مسجد کو نیکی تقوٰے۔ انصاف اور محبت کے خیالات پھیلانے کا مرکز بنائے اور یہ جگہ حضرت محمد مصطفٰے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت احمد مسیح موعود نبی اللہ بروز نائب محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام کی نور افزا کرنوں کو اس ملک اور دوسرے ملک میں پھیلانے کے لئے روحانی سورج کا کام دے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء

ان الفاظ کو سامنے رکھو۔ اور اب لائل پور کی مسجد فضل کے کتبہ کو پڑھو۔ یہ کتبہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے اپنے رسم الخط میں کندہ ہو رہا ہے اور مسجد کے منارے کے نیچے نصب کیا جائے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلے علے رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

آلٰہی! اس مسجد کی بنیاد اللہ تعالٰے کے تقوٰے پر ہو۔ اور اس میں نماز پڑھنے والے ہمیشہ تیری رضا کو دوسری چیزوں پر مقدم رکھیں۔ میں تیرے فضل سے اُمید رکھتے ہوئے اس مسجد کا نام مسجد فضل رکھتا ہوں۔

اے میرے رب! اس سے تعلق رکھنے والوں کو اور اس میں نمازوں کی مداومت کرنے والوں کو اپنے بڑھنے والے فضل سے حصہ دتیا رہ۔ اور اسے اپنے دین کی اشاعت کا اس علاقہ کے لئے مرکز بنا۔ اللّٰھم آمین

میرزا بشیر الدین محمود احمد

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ مطابق

۱۷ اپریل ۱۹۳۴ء بروز افتتاح

(۱۶)

اس دعا کو بار بار پڑھو۔ اس سے اس قلب کی نہاں در نہاں گہرائیوں کے اندر جو جذبات ہیں ان پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ اس مسجد کے متعلق کیا توقعات رکھتا ہے۔ دنیا میں اسلام کی اشاعت کے لئے ایک ایسا جوش اپنے اندر رکھتا ہے۔ جس کی نظیر نہیں۔ یقیناً وہ لوگ بڑے ہی خوش قسمت ہونگے جو اس مسجد کی آبادی اور اس میں نمازوں کی مداومت کرنے والے ہونگے۔ اسلئے کہ وہ خدا کے فضلوں کے وارث ہوں گے

۲۶ مئی ۱۹۲۶ء کو الحکم کا خاص نمبر شائع ہوگا

۲۶ مئی کی تاریخ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ایک یوم انقلاب ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی نے خدا کی وحی کے مطابق رفیع الیٰ کا مقام پایا۔ ایسی عظیم الشان ہستیوں کی زندگی کے ایسے انقلابی ایام ان کی جماعتوں اور سلسلوں میں زندگی اور کامیابیوں کی روح پیدا کردیا کرتے ہیں۔ اس مقصد کو مدنظر رکھ کر میں الحکم کا خاص نمبر شائع کرنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ اس کی ۵ ہزار کاپیوں کی اشاعت کا انتظام قبل از وقت ہوجائے۔ اس کے لئے میں

محبان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارتا ہوں

کہ وہ ایک ایک سو کاپی یا کم از کم دس دس کاپی لے کر تقسیم کریں۔ یہ خاص نمبر الحکم کے ۲۴- یا ۳۲ صفحات پر شائع ہوگا۔ اس میں اول سے آخر تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت - صداقت اور کارناموں کا ذکر ہوگا۔ سو کاپی کے خریدار کو ۵ روپیہ فی سیکڑہ کے حساب سے دیا جائے گا۔ اور ایک کاپی کی قیمت چار آنہ ہوگی۔ میں امید کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص اور فدائی خدام جلد سے جلد اپنے نام دے دینگے۔ جو اس نمبر کی اشاعت کا موجب ہوسکے۔ میں کام کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔

(خاکسار عرفانی)

احباب سے ایک درخواست

الحکم کے قدیم سرپرستوں کو (جو اب تک خدا کے فضل سے زندہ ہیں) الحکم کا پرچہ ارسال ہے اور مجھے ہر گونہ یقین ہے کہ وہ اس کی سرپرستی میں اپنی مسرت یقین کرینگے۔ اگر وہ کسی وجہ سے خریدار نہ رہنا چاہیں۔ تو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔

ایسا ہی جن دوسرے احباب کی خدمت میں بغرض تحریک خریداری پرچہ بھیجا ہے۔ اگر وہ خریدار نہ ہونا چاہیں تو بواپسی ڈاک اطلاع دیں۔ الحکم کے اس دور میں چاہتا ہوں کہ بقایا کا کوئی حساب نہ رہے۔

میں جذبات آفریں الفاظ میں کوئی اپیل نہیں کرتا۔ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ الحکم کے احیاء و بقاء کی تحریک میں حصہ لینا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بازو کو قائم رکھنے کے ثواب و سعادت سے بہرہ اندوز ہونا ہے۔

خاکسار
عرفانی

حیات احمدؑ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوانح حیات خاکسار شائع کر رہا ہے اس سلسلہ میں حضور کی چالیس سالہ زندگی کے حالات پہلے شائع ہوچکے ہیں۔ اب آپ کی زندگی کے دوسرے دور یعنی ۱۸۷۹ء سے ۱۸۹۰ء تک کے حالات شائع ہو رہے ہیں۔ چونکہ تالیف ضخیم ہوگی اسلئے سو سو صفحہ کے حصص میں شائع ہو رہی ہے۔ جس کا پہلا نمبر گذشتہ سال شائع ہوا تھا۔ اب دوسرا نمبر جس میں

۱۸۸۳ء تک کے حالات

ہیں شائع ہوگیا ہے۔ حسب معمول اسکی قیمت بھی ایک روپیہ ہے۔ اگر احباب چاہتے ہیں کہ جلد یہ تالیف مکمل ہو جائے تو اس کے لئے کم از کم ۵۰۰ خریدار مکمل ہو جاویں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے فرمایا تھا کہ

ہر احمدی کے گھر میں ہونی چاہیے

ملنے کا پتہ
منیجر اخبار الحکم قادیان

حضرت مسیح موعودؑ کے مکتوبات اپنے دوستوں کے نام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات کی اب پانچویں جلد شائع ہوگئی ہے۔ اس میں حضور کے وہ مکتوبات ہیں جو آپ نے اپنے مخلص احباب اور خدام کو لکھے۔ پہلے نمبر میں حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی کے نام مکتوبات ہیں اور دوسرے نمبر میں حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ کے نام۔ (اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا جب تک مکتوبات کا ذخیرہ ختم نہ ہو جاوے) اس جلد کے تیسرے نمبر میں چودھری رستم علی خان رضی اللہ عنہ کے نام مکتوبات ہیں۔ اور چوتھے نمبر میں حضرت نواب محمد علی خان صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام مکتوبات ہیں۔

اس سلسلہ کی ہر نمبر کی قیمت سردست ایک روپیہ ہے۔ لیکن جب خریداروں کی تعداد ایک ہزار پہنچ جائے گی تو قیمت نصف کردی جائے گی۔ تھوڑی جلدیں طبع ہوئی ہیں احباب جلد منگوالیں۔

ملنے کا پتہ
منیجر اخبار الحکم قادیان

مشاہدات عرفانی

یعنی ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ اور بلاد اسلامیہ

مصنف نے کامل دو سال تک یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی صورت میں شائع کرنا شروع کیا ہے۔ یہ سفرنامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا۔ پہلی جلد شائع ہوچکی ہے۔ یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے۔ نکتہ رس اور غور کن دماغ سے کام لے کر ان ملکوں میں آنکھ کے مشاہدہ کے لئے چھوڑا ہے اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار اور قوموں کے عروج و زوال کا پتہ لگے گا کہ قعر ذلت سے نکل کر بام رفعت پر کیوں کر پہنچ سکتے ہیں؟ اسی کا جواب ہر مقام و شہر جہاں مصنف گیا ہے معمولی نظر سے نہیں بلکہ شوق افزا صورت میں واقعات اور تاریخ کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔ مسلمانوں میں قومی زندگی اور ملی روح کے نشوونما کے لئے اس سفرنامہ کو پڑھنا چاہیئے۔

قیمت جلد اول ۱۲؍
علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ
منیجر اخبار الحکم قادیان